

آولو گو کیہین نور خدا پاؤ گے ❖ لومتین طور تسلی کا بتایا ہم نے

رولوا اور مسیح

دین کے مذاہب پر

جلد ۴ بابت ماہ اپریل ۱۹۵۷ء نمبر ۴

فہرست مضامین

تعدد ازواج ۱۳۱	کیا حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے ۱۶۲	الانذار ۱۶۸
۲۔ اسلام میں تعدد ازواج کی جائزگی ۱۳۱	پردہ کے نہویں کالیک نقصان ۱۶۵	روایا والہامات ۱۶۵
بنی اسرائیل کی گمشدہ قوم ۱۶۲	الدرعوت ۱۶۶	حقوق مسیح موعود ۱۶۷

ہی، ورنہ جس قدر کہ تم مجھ سے جدا ہو کر رہو، نہ تم سے مل سکتا ہوں، نہ تم سے مل سکتا ہوں، نہ تم سے مل سکتا ہوں۔

بدر

مفتی محمد افضل صاحب مرحوم کی وفات کا ذکر میں نے دوسری جگہ سلسلہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ میں کر دیا ہے۔ انکی وفات کے بعد میان معراج الدین عمر صاحب نے جو اخبار البدر کے پریپرٹیز میں اس سلسلہ کو بہت سارا نقصان برداشت کر کے بھی جاری رکھا ہے اللہ تعالیٰ انکی ہمت میں برکت دے اور اس کا رخیہ کو انکی دینی اور دنیاوی منفعت کا ذریعہ بناوے۔ سب احمدی بھائیوں کا فرض ہے کہ اخبار کی اشاعت بڑھانے میں انکی مدد کریں۔ ایک اور امر قابل تذکرہ یہ بھی ہے کہ اخبار بدر (پچائے البدر) کے اس اخبار کا نام آئندہ بدر تجویز کیا گیا ہے، کی ایڈٹری کے لیے میان معراج الدین عمر صاحب نے بڑی فوج حوصلگی سے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس جماعت کے منتخب افراد میں سے ہیں اور جنکے نام نامی سے ساری احمدی جماعت پہلے ہی واقف ہے یعنی مفتی محمد صادق صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام باوجودیکہ حضرت اقدس کو اخباروں سے کبھی کبچہ تعلق نہیں ہوا مگر کبھی مفتی صاحب کے تقریر پر آپ نے خاص طور پر اظہار خوشی فرمایا ہے وہ الفاظ ہم نیچے درج کرتے اور امید کرتے ہیں ہمارے سب بھائی اخبار کے خریدار پیدا کر کے میان معراج الدین عمر صاحب کا ہاتھ بٹائیں گے۔ حضرت اقدس کے الفاظ یہ ہیں:-

اطلاع دو مین بڑی خوشی سے یہ چند سطریں تحریر کرتا ہوں کہ اگرچہ مفتی محمد افضل مرحوم ایڈٹر اخبار البدر فقائے الہی سے فوت ہو گئے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے شکر اور فضل سے انکا نعم البدل اخبار کا ہاتھ آگیا ہے یعنی ہمارے سلسلہ کے ایک برگزیدہ رکن جوان صالح اور ہر ایک طور سے لائق جن کی خوبیوں کے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں یعنی مفتی محمد صادق صاحب بھیروی قائم مقام محمد افضل مرحوم ہو گئے ہیں۔

میری دانست میں خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس اخبار کی قسمت جاگ اٹھی ہے کہ اسکو ایسا لائق اور صالح ایڈٹر ملے۔ خدا تعالیٰ یہ کام انکے لیے مبارک کرے اور انکے کاروبار میں برکت ڈالے۔ آمین ثم آمین خاکسار محمد رضا غلام احمد

شکر میاؤں حضرت اقدس کے حکم کی تعمیل میں چودھری رستم علی صاحب نے پانچ روپیہ مہاراجا اعانت میگزین کیلئے بھیجے شروع کر دیے ہیں۔ دلاور خان صاحب کلکٹر دفتر سول کجن پشاور نے انیس روپیہ و مولوی غلام امام صاحب مٹی پور آسام نے ستر روپیہ نادری شاہ صاحب جیلا راجپال نے بیس روپیہ مفتی نذیر الدین صاحب بھامون نے ستر روپیہ اعانت بھیجے ہیں اور انید کیلئے بھی اسطرح سے وعدہ کیا ہے اس کے علاوہ بعض دیگر غلصین بھی حسب منطاعت چار چار پانچ روپیہ تک کشت اعانت بھیج رہے ہیں خلاص مندی کا ثبوت دیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ کے پرچہ میں جہاں جاب کے نام معہ تعداد رقم طے شدہ کے ساتھ نتائج کیے جاویں گے مفتی میر اکبر صاحب مولوی مردان اور مفتی تاج الدین صاحب کلکٹر لاہور اور مفتی محمد حسین صاحب لاہور مولوی ظفر وال نے ایک روپیہ مہاراجا اعانت دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور مفتی محمد حسین صاحب ظفر وال نے تو علاوہ خریدار جدید پیر کر نیچے یہ ایک روپیہ برابر مہاراجا بھیجنا شروع کر دیا ہے علیٰ ہذا الفیاس مفتی غلام سرور خان لاہور مولوی وسید محمد عیسیٰ صاحب لاہور مولوی بابر بک علی صاحب لاہور

مفتی محمد افضل صاحب مرحوم کی وفات کا ذکر میں نے دوسری جگہ سلسلہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ میں کر دیا ہے۔ انکی وفات کے بعد میان معراج الدین عمر صاحب نے جو اخبار البدر کے پریپرٹیز میں اس سلسلہ کو بہت سارا نقصان برداشت کر کے بھی جاری رکھا ہے اللہ تعالیٰ انکی ہمت میں برکت دے اور اس کا رخیہ کو انکی دینی اور دنیاوی منفعت کا ذریعہ بناوے۔ سب احمدی بھائیوں کا فرض ہے کہ اخبار کی اشاعت بڑھانے میں انکی مدد کریں۔ ایک اور امر قابل تذکرہ یہ بھی ہے کہ اخبار بدر (پچائے البدر) کے اس اخبار کا نام آئندہ بدر تجویز کیا گیا ہے، کی ایڈٹری کے لیے میان معراج الدین عمر صاحب نے بڑی فوج حوصلگی سے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس جماعت کے منتخب افراد میں سے ہیں اور جنکے نام نامی سے ساری احمدی جماعت پہلے ہی واقف ہے یعنی مفتی محمد صادق صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام باوجودیکہ حضرت اقدس کو اخباروں سے کبھی کبچہ تعلق نہیں ہوا مگر کبھی مفتی صاحب کے تقریر پر آپ نے خاص طور پر اظہار خوشی فرمایا ہے وہ الفاظ ہم نیچے درج کرتے اور امید کرتے ہیں ہمارے سب بھائی اخبار کے خریدار پیدا کر کے میان معراج الدین عمر صاحب کا ہاتھ بٹائیں گے۔ حضرت اقدس کے الفاظ یہ ہیں:-

مفتی محمد افضل صاحب مرحوم کی وفات کا ذکر میں نے دوسری جگہ سلسلہ الہامات حضرت مسیح موعودؑ میں کر دیا ہے۔ انکی وفات کے بعد میان معراج الدین عمر صاحب نے جو اخبار البدر کے پریپرٹیز میں اس سلسلہ کو بہت سارا نقصان برداشت کر کے بھی جاری رکھا ہے اللہ تعالیٰ انکی ہمت میں برکت دے اور اس کا رخیہ کو انکی دینی اور دنیاوی منفعت کا ذریعہ بناوے۔ سب احمدی بھائیوں کا فرض ہے کہ اخبار کی اشاعت بڑھانے میں انکی مدد کریں۔ ایک اور امر قابل تذکرہ یہ بھی ہے کہ اخبار بدر (پچائے البدر) کے اس اخبار کا نام آئندہ بدر تجویز کیا گیا ہے، کی ایڈٹری کے لیے میان معراج الدین عمر صاحب نے بڑی فوج حوصلگی سے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو اس جماعت کے منتخب افراد میں سے ہیں اور جنکے نام نامی سے ساری احمدی جماعت پہلے ہی واقف ہے یعنی مفتی محمد صادق صاحب سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام باوجودیکہ حضرت اقدس کو اخباروں سے کبھی کبچہ تعلق نہیں ہوا مگر کبھی مفتی صاحب کے تقریر پر آپ نے خاص طور پر اظہار خوشی فرمایا ہے وہ الفاظ ہم نیچے درج کرتے اور امید کرتے ہیں ہمارے سب بھائی اخبار کے خریدار پیدا کر کے میان معراج الدین عمر صاحب کا ہاتھ بٹائیں گے۔ حضرت اقدس کے الفاظ یہ ہیں:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سُرُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تعدد ازواج

۲۔ اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت

عام دلائل گذشتہ پرچے میں ہم نے مختصر طور پر وہ وجوہات بیان کیے تھے جسے خاص حالات کے تحت تعدد ازواج کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور انہیں وجوہات سے اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت کے اصول کا سچا ہونا کافی طور سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ جب عام دلائل سے تعدد ازواج کی ضرورت ثابت ہوگئی تو کسی خاص مذہب میں تعدد ازواج کی اجازت کیلئے الگ وجوہات کی ضرورت نہیں بلکہ اگر کسی مذہب نے اس ضرورت کو سمجھ کر پہلے سے ہی اسکی اجازت دیدی ہے تو اس سے یہ شہادت پیدا ہوتی ہے کہ اس مذہب نے فطرت انسانی کی نہ تک پہنچا اور عام انسانی ضروریات کو مد نظر رکھ کر اپنے اصول کو قائم کیا ہے اور کسی اصول کو جو عام حالات انسانی سے مطابقت نہیں صرف اسکی ظاہری کشش کی بنا پر قبول نہیں کیا اسلام کا مذہب وہ مذہب ہے جس نے ابتدا سے ہی تمام دنیا کیلئے ایک عام مذہب ہونیکا دعوہ کیا اور پیغمبر دنیا کے مذہب میں سے اور کسی مذہب کو حاصل نہیں چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو یہ اعلان کرے کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ مزید برآں اسلام ایک عملی مذہب ہے پس اس عملی مذہب کے لیے جو تمام دنیا کیلئے ہو کر آیا یہ ضروری تھا کہ ایسے وسیع اصول پیش کرے جن میں مختلف زمانوں اور ممالک کے مختلف لوگوں کی عملی ضروریات کو مد نظر رکھا گیا ہو۔ اسی غرض اور انہیں ضروریات کیلئے اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی ہے۔

اسلام کی تعلیم کی اسی غرض اسلام کے متعصب دشمن عموماً اسلام پر یہ الزام لگایا کرتے ہیں کہ

اسلام ایک آسان اور نفسانی مذہب ہے اور اس کی غرض یہ نہیں کہ لوگوں کو مذہبی سے نجات دے بلکہ ان کی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ایک وقت وہ تھا جب اس قسم کی باتوں کو جاہل عیسائی انجیل کی طرح سچی سمجھتے تھے اور ہر ایک عیسائی بغیر قرآن شریف کو پڑھنے کے یہ دغل کرتا اور کہتا تھا کہ قرآن شریف کی تعلیم انسانوں کو خدا سے دور ڈالتی اور نعوذ باللہ انکا شیطان سے تعلق پیدا کرتی ہے لیکن کچھ عرصہ سے مختلف مذاہب کے مطالعہ کرنے والے کسب قدر تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ یہ باتیں متعصب پادریوں نے جاہلوں کو دھوکا دینے کیلئے بنا رکھی تھیں اسلام پر نفسانی مذہب ہونیکا اعتراض ایسا صریح جھوٹ ہے کہ خود انہی معترفین کے منہ سے اسکا جھوٹ ثابت ہو رہا ہے کیونکہ جہاں ایک طرف اسلام پر نفسانی مذہب ہونیکا اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام کی پنج وقتہ نماز اور روزے بجا لینا دہین اور اس ریاضت کو مشقت قرار دیا جاتا ہے تعجب ہے کہ اس مذہب کو جو کفارہ کا عقیدہ سکھا کر تمام بدکاریوں اور بدیوں کا دروازہ کھولتا ہے تقدس اور پاکیزگی کا حاصل کرنے کے بغیر کسی انسان کو قبول نہیں کرتا اور ہر ایک بدی سے بچنے کے لیے راہ بتاتا ہے اسے نفسانی مذہب کہا جاتا ہے۔ مذہب اسلام ایک طرف تو صاف الفاظ میں یہ فرماتا ہے کہ قد افلح من رکھا یعنی وہی نجات یافتہ ہے جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور بار بار تقویٰ اور تزکیہ نفس پر زور دیتا ہے اور دوسری طرف ایسے عملی فرائض بجا لائیکے لیے حکم دیتا ہے جو نفسانی خواہشوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیتے ہیں۔ کیا اس مذہب کو نفسانی یا آسان کہا جاسکتا ہے جو دن میں ایک دفعہ نہیں بلکہ پنج دفعہ نماز کو ضروری قرار دیتا ہے اور پھر اسی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ رات کا بڑا حصہ بھی جاگنے اور عبادت میں گزارا جاوے اور ایسے اوقات نماز کے متفر کرتا ہے جب ایک نفسانی آدمی کسی شرابخانہ میں یا چمکے میں شراب سے بے بسست پڑا ہو۔ پھر نماز کے علاوہ روزہ دن کا حکم دیتا ہے اور سال میں ایک پورے مہینے کے روزے ہر مسلمان کیلئے فرض قرار دیتا ہے۔ کیا یہ ایک نفسانی اور آسان مذہب کی علامتیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت سارے لوگوں کے اسلام قبول کرنے میں بڑی روک تھامی اسلامی فرائض کی بجا آوری ہے اور دوسرے مذاہب میں ایسے فرائض سے آزادی بجا نہایت سے لوگوں کے لیے ان مذاہب کو اختیار کرنے کے لیے ایک کشش ہے اور حق باصطوبہ ہے کہ بغیر ان مشقتوں اور ریاضتوں کے تزکیہ نفس ممکن ہی نہیں۔

یہ احکام نماز اور روزے کے اسلام نے صرف اس غرض سے دیئے ہیں کہ تا انسان بدی سے بچے جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنھ عن الفحشاء والمنکر۔ یعنی نماز ایسے فرض نہیں کی گئی کہ کوئی ناحق کا بوجھ انسان پر ہو بلکہ اسکی اصل غرض یہ ہے کہ تا نماز کے ذریعہ انسان بدی اور برائی سے بچا رہے اور پھر اسکے ساتھ ہی فرماتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے ایک بڑا بھاری

جو مذہب قرار دیا جاتا ہے اور جو مذہب دل کی پاکیزگی

دوسرے طریق پر بھی کہا جاتا ہے

فرض ہے اسی طرح پروردگار نے اس لیے فرض کیے گئے ہیں کہ انسان کو ایک عملی طریق برائیوں سے بچنے کا بتایا جائے۔ کیونکہ جب ایک انسان کو اس قدر طاقت اپنی خواہشات پر حاصل ہو جاوے کہ وہ ایک حکم کی پیروی میں اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ سکتا ہے گویا وہ ایسی خواہشات عام حالات کے ماتحت ناجائز بھی نہ ہوں تو پھر اس کے لیے ناجائز خواہشات پر قابو پانا اور ان کو دفع کرنا نہایت آسان امر ہو جاتا ہے یہ وہ عملی طریق ہے جس پر حکم انسان بہت سی بدیوں سے بچ سکتا ہے اور یہ اسلام کی ہی خصوصیت ہے کہ اس پاک مذہب میں خیالی طور پر ہی نیکی کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ وہ عملی طریق بھی بتائے گئے ہیں جن پر حکم انسان بدی سے نجات پاسکتا ہے اور نیکیوں پر قائم ہو سکتا ہے۔ یہ خصوصیت اسلام کی منجملہ ان خصوصیات کے ہے جو اس کو دوسرے تمام مذاہب کے ممتاز کرتی ہیں اور اس کا خدا کی طرف سے ہونا بتاتی ہیں چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ
الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ رَبَّهُمْ وَإِنَّهُمْ إِلَيْهِ سَرَّاجِعُونَ (البقرة: ۴۵-۴۶)

ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ بدیوں سے بچنے کے لیے صبر (روزه) اور نماز کا سہارا لے لو اور یہ فرض شاق ہے مگر اگر نہیں جو فرما تیر داری اختیار کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے اور اسی کے حضور لوٹ کر جانیں گے تو نماز میں وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق پیدا کر سکتا ہے اور بد خواہشات اور بدیوں پر قابو پالے سکتا ہے پس اسلام کی تعلیم کا اصل مدعا اور غرض ان فرائض کے قائم کرنا ہے صرف یہی ہے کہ انسان نفسانی زندگی سے پاک ہو کر حقیقی پاکیزگی حاصل کرے اور ایسے مذہب کو نفسانی مذہب کہنا جاہلانہ تعصب ہے۔

ان عام وجوہات کے علاوہ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے اصول اور فرائض انسان کو نفسانی زندگی سے نکالتے اور اس میں حقیقی پاکیزگی سچی فروتنی اور راستبازی کی

ممانعت شراب کے کیا

شہادت پیدا ہوتی ہے

روح چھوٹکتے اور اس کو بدیوں پر غالب آنے کی طاقت بخشتے ہیں اور گئی وجوہات ایسی ہیں جن سے بالخصوص یہی شہادت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً اسلام میں مسکرات کی ممانعت صاف طور پر بتاتی ہے کہ اس پاک مذہب کو شہوانیت کے کس قدر نفرت ہے۔ ہم اس جگہ یہ سوال نہیں کرتے کہ اگر موجودہ عیسائی مذہب نفسانیت کی راہ نہیں بتاتا تو کیوں اس میں شراب جیسی بری چیز کی کوئی ممانعت نہیں کیونکہ یہ مضمون اس وقت زیر بحث نہیں۔ مگر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر شراب شہوانی خیالات کو ابھارنے والی ہے جیسا کہ کل دنیا تسلیم کر رہی ہے تو کیا کسی مذہب کا شراب منع کرنا اور شراب خوری کو قطعاً روک دینا

اس امر کی قطعی اور قطعی شہادت نہیں کہ وہ شہوانی خیالات سے چھڑائی والا اور راستہ سازی اور روح اور دل کی پاکیزگی کی طرف بلائیوا لاسیہ۔ اگر اسلام ایک نفسانی مذہب تھا اور اسکی غرض یہی تھی کہ شہوانی خواہشات کو پورا کر نیکیہ ذریعہ برتاوے اور ان کی راہ کھول دیوے تو پھر اس نے شراب کو کیوں منع کیا اور شرابخوری کو کیوں جڑ سے کاٹ دیا اور بھی تعجب نہ ہے۔ جب ہم بعض نام کے مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ اسلام کے اصول ایک ابتدائی سوسائٹی کے لیے تجویز کیے گئے تھے جسکا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ گویا یہ اصول ایک وحشی قوم کیلئے تجویز کیے گئے تھے اور آج کل کی مذہب قوام کیلئے وہ موزوں نہیں۔ بہر حال ان مہذبوں سے جو آج شرابخوری سے تباہ ہو رہے ہیں یہ وحشی قوم ہی اچھی رہی افسوس ہے کہ یہ لوگ واقعات کی بنا پر نتائج پیدا نہیں کرتے بلکہ جو ایک خیال دین میں ٹھیکہ گیا ہے اسی کی پیروی کرتے ہیں۔ کوئی پاکیزگی اس پاکیزگی کے برابر نہیں جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے مگر اس حقیقی پاکیزگی کو نفسانیت کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس شہوانیت جس کی طرف شرابخوری انسانوں کو لے جا رہی ہے۔ پاکیزگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ شراب ہی وہ چیز ہے جو انسان کے نفسانی جذبات کو جوش میں لاتی ہے۔ اور شرابخوری کی علت کو جڑ سے کاٹ کر اسلام نے انسان کو حیوانی جذبات سے آزاد کر دیا ہے ابھی تک دنیا اس حقیقی پاکیزگی کے نور سے بہت دیر ہوئی مگر وہ زمانہ بہت قریب آتا جاتا ہے جب دنیا کی آنکھیں اس نور کے دیکھنے کیلئے کھولی جائیں گی اور جب اسلام کے اصل اصول دنیا کو معلوم ہونگے تب اسے سمجھ آئے گا کہ وہ پاکیزگی ان لوگوں کے دہم و گمان سے بھی برتر ہے جو اسلام سکھاتا ہے۔

اس زمانہ میں جبکہ مختلف مذاہب کے مطالعہ کرنیوالوں نے کیس قدر روشنی اسلام کی تعلیم پر ڈالی ہے اور پاپا نے بیودہ خیالات دلوں سے بہت کچھ دور کر دیے ہیں مغربی دنیا میں اسلام کے اندر تعدد ازواج کی اجازت کے متعلق دو رائیں

کی اجازت کے متعلق دو رائیں ہیں جن کے رو سے تعدد ازواج کو ایک برائی قرار دیا جاتا ہے۔ عام اور زیادہ مقبول رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعدد ازواج کو برا تو سمجھتے تھے لیکن اسوقت جب انسانی سوسائٹی ہنوز ابتدائی حالت میں تھی۔ تعدد ازواج کو دور کرنا آپ کے لیے ناممکن تھا۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے کہ سبب تعدد ازواج کی برائیوں پر مطلع نہیں ہو سکتے تھے اور عجیب بات یہ ہے کہ ترقی کے دمی مسلمانوں کے اندر بھی بعض لوگوں نے ایک نہ ایک حد تک ان دونوں راؤں سے اتفاق کیا ہے کیونکہ ان لوگوں کے نزدیک مغربی خیالات کی اندھا دھند پیروی کرنا عین تہذیب ہے اور وہ کبھی اس بات کی پروا نہیں کرتے اور نہ غور کرتے ہیں۔

کہ جن رواجوں کو وہ منسوخ کرنا چاہتے ہیں انکے اندر کیا کیا فوائد ہیں یا جن باتوں کو وہ مروج کرنا چاہتے ہیں انہیں کیا کیا نقص ہیں یہ طرہ سے علی تعدد ازواج کو انصاف کے خلاف قرار دیتے ہیں اور ان کی رائے میں تعدد ازواج کی اجازت ایسی ہی دیکھی کہ انسانی تہذیب کے اس مرحلہ پر ایسا منسوخ کرنا ناممکن تھا۔ یہ رائے انہوں نے مغربی لوگوں کے نقش قدم پر چل کر قائم کی ہے۔ اب ہم یہ ثابت کر کے دکھائی گئے کہ یہ دونوں رائیں ایسی ہی غلط ہیں جیسی کہ وہ پہلی رائے جس کی تردید اب خود عقلمند عیسائی کشمیریوں نے کیا کہ اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت ایسی ہے کہ یہ ایک نفسانی تہذیب اور ہر قسم کے حیوانی جذبات کو پورا کرنے کی راہ اس میں کھلی ہے۔

تعدد ازواج

کے رواج کی حد

پہلی رائے میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت میں یہ نہ تھا کہ تہذیب کے اس مرحلہ پر تعدد ازواج کے رواج کو منسوخ کر سکتے تھے پہلے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ تعدد ازواج استغنا کے طور پر نہ تھا جیسا کہ اب ہے بلکہ اس وقت ہر ایک انسان تعدد ازواج کا یا بند تھا اور نہ اور کوئی مشکل نہیں کیونکہ جس رواج کے جاری رہنے سے صرف محدود چند آدمی فائدہ اٹھا سکتے تھے جبکہ تعداد دوسرے لوگوں کے مقابل کچھ بھی نہ تھی اس رواج کے منسوخ کرنے میں بڑے مشکلات کا سامنا نہیں ہو سکتا تھا خصوصاً ان رواجوں کے بالمقابل جو سوسائٹی میں عام طور پر مروج تھے۔ اب یہ ایک امر واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی تعدد ازواج کی رسم اسی طرح استغنائی رنگ میں ہی مروج تھی جیسے آج۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ خانہ جنگیوں کی کثرت کی وجہ سے مردوں کی تعداد عورتوں سے بڑھ جانیکے باعث اس کا رواج بہ نسبت موجودہ کے سیاق و سباق زیادہ ہو گا۔ مگر تاہم ایک ایسی سوسائٹی میں جس میں نکاح کو ضروری سمجھا جاتا تھا یہ ممکن ہی نہیں کہ عورتوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ تمام مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکیں پس یہ کہنا کہ ایک ایسی رسم کو جس کا یا بند آبادی کا ایک بہت تھوڑا سا حصہ تھا دور کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کے باہر تھا اور اس لیے اگرچہ آپ اس کو براتو سمجھتے تھے مگر یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ کھلے طور پر اس کی مخالفت کریں کیونکہ سوسائٹی سے ڈرتے تھے پرے درجہ کی حماقت بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر آپ تعدد ازواج کو براتو سمجھتے تو اس کو دور کرنے میں کوئی مشکل ہی نہ تھی۔

اسلام نے کس قدر | اب ہم اسی سوال پر ایک اور پہلو سے نظر کرتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ تعدد ازواج کی رسم عربوں میں اس قدر دیرینہ اور مضبوط تھی کہ کوئی مصلح صرف چند باتوں سے اس کو دور نہ کر سکتا تھا ایک حد تک تو یہ بات سچ ہے یعنی وہ مصلح جو خود مصلح بن بیٹھے ہیں اس آسمانی نقش سے خالی ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے اور جو سب بڑھکر

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگئی اور اس لیے دیرینہ بد رسوم کو جو طبیعتوں کے اندر راسخ ہو گئی ہیں دور کرنا ان کا کام نہیں لیکن خدا کے برگزیدہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ خارق عادت طاقت دی جاتی ہے جس کے ساتھ وہ ایک ہی لفظ سے ان بدیوں کو دور کر دیتے ہیں جو مدتوں سے کسی قوم میں جڑ پکڑ چکی ہوئی ہوتی ہیں اور یہ ایک امتیازی نشان ان میں اور ان کے غیر و نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس طاقتور ہستی کے بھیجے ہوئے ہیں جس کے رسول ہوئیں کہ وہ دعویٰ کرتے ہیں اگر ہم پہلے عرب کی اس وحشتناک حالت کو بیان کریں جو اسلام سے پہلے یعنی ایام جاہلیت میں تھی اور پھر اس حالت کا مقابلہ اس بدلے ہوئے نقشہ سے کریں جب اسلام اپنا کام کر چکا تھا تو ایک لگ بھگ ضخیم تیار ہوتا ہے۔ تاریخ کے پڑھنے والے پر پوشیدہ نہیں کہ عربوں میں کس قدر بیداری تھی اور وہ کس قدر گہری جڑ پکڑ چکی تھیں۔ مگر صرف ایک تیس سال کے عرصہ میں کیونکر سب کی سب نیست و نابود ہو گئیں ایسی کمال اور وسیع تبدیلی کی جو ایک عظیم الشان قوم کی زندگی میں واقع ہوئی ہو نظیر تلاش کرنا عبث ہے اور سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ایسا نظارہ اور کسی مصلح یا نبی کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ ایک بت پرستی کو ہی لے لو۔ بت پرستی نے عربوں کے اندر کس قدر گہری جڑ پکڑ لی ہوئی تھی کہ اس کا اثر ان کے ہر ایک رواج اور ہر ایک فعل پر پڑتا تھا۔ یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف بعض تمدنی اصلاحیں کرنا ہی ہوتا تو ان مشکلات میں سے جو آپ کو نبوت کے زمانے میں پیش آئیں کوئی مشکل بھی پیش نہ آتی جن غیر لوگوں نے اسلام پر قلم اٹھائی ہے انہوں نے غلطی سے یہ خیال کیا ہے کہ بت پرستی کے دور کرنے میں کوئی طرح سے آپ کو خارجی بد پہنچ چکی تھی اور اگر آپ کو اس خارجی امداد کا بھروسہ نہ ہوتا تو آپ لغو وبال بت پرستی کے دور کرنے کا لفظ ہی منہ سے نہ نکالتے۔ یہ محض نا فہمی کی بات ہے۔ یہ سچ ہے کہ عرب ایک اعلیٰ ہستی کے قابل تھے اور اسی کے نیچے اپنے بتوں کو چھوٹے چھوٹے خدا سمجھتے تھے اور عربوں کو یہ محض دنیا کی قریب تمام بت پرست قوموں کا یہی حال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے مسائل میں گھڑت نہیں بلکہ ابتداء سے ہی فطرت انسانی میں نقش چلے آتے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ اس وقت کے قریب بعض دروگوں نے ان میں بھی بت پرستی سے بیزاری اور اس کی جھکی کا خیال پیدا ہوا تھا اور یہ اس انتشار روحانیت کا ثبوت ہے جو رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کے دنیا میں پیدا ہوا۔ مگر ان دونوں باتوں سے نتیجہ نکالنا کہ یہی خارجی معاون بت پرستی کی کبجی کے ہو گئے تھے سخت غلطی ہے۔ بت پرستوں کے نزدیک خدا کو مانگنا بھی بت مبعود تھے۔ پس ان کا اعلیٰ ہستی کو ماننا بت پرستی کے دور کرنے میں کسی طرح مدد نہ دے سکتا تھا اور باقی راجحہ آدمیوں کے دل میں شکر کے بیزاری کا خیال پیدا ہونا یہ کچھ خود ایک بالکل بے حقیقت

بات تھی اور دیا چار آدمیوں کے وجود قوم کے خیال میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔ ہاں اگر یہ خارجیوں کا واقعی کچھ حقیقت رکھتے تو وہی لوگ جو صلیف کہلاتے تھے کامیاب ہو کر کیوں توحید کے قائم کرنے والے نہ ہو جاتے۔ مگر ایک طرف ان کا کام رہنا اور دوسری طرف بت پرستی کی جڑ کاٹنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مصایب اور شاید اٹھانا جنکی نظیر کوئی نہیں اور چونکہ تکیہ صدی تک اس مقابلہ کا جاری رہنا کھلی کھلی شہادتیں اس بات کی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی خارجی اعانت کا خیال کیا اور نہ ہی عملی طور پر ان خیالی خارجی معاونت کے بت پرستی کے دور کرنے میں کوئی حصہ لیا بت پرستی ہی وہ بات تھی جسکی خاطر اپنے سخت ترین مصایب اٹھائے۔ اور یہاں تک تکلیفیں آپ کو دے گئیں کہ مارنے میں بھی کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔ اور آپ کے صحابہ کو ظلم سے بھڑون بکریوں کی طرح فرج کیا گیا اور گھروں سے نکالا گیا۔ اور کسی بدی کے دور کرنا ان مصایب اور تکالیف کا سامنا آپ کو نہیں ہوا جو بت پرستی کے دور کرنے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائم کرنے میں ہوا۔ مگر آپ نے کبھی کسی تکلیف کی پروا نہیں کی اور نہ ہی اپنی زندگی کی پروا کی۔ اور شروع سے آخر تک ایک ہی بلند ہمتی سے توحید کا وعظ کرتے رہے یہاں تک کہ جزیرہ نمائے عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز گونج اٹھی۔ کیا یہ الو العزم انسان ڈر سکتا تھا۔ کہ میں تعدد ازواج کے دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا۔ کوئی اصلاح ہے جو آپ نے کرنی چاہی اور جسکی اسوجہ سے تکمیل نہیں ہوئی کہ لوگوں نے آپ کا مقابلہ کیا مگر کوئی بدی ایسی تھی جس کا دور کرنا بمقابلہ دوسری بدیوں کے زیادہ مشکل تھا تو یہ بت پرستی تھی مگر آپ نے ایک لمحہ کیلئے بھی ان مشکلات کا خیال نہیں کیا جو آپ کو پیش نیوالی تھیں۔ کوئی مقابلہ اور کوئی مشکل آپ کو کسی کام سے نہیں روک سکی۔ کیا تعدد ازواج کی اصلاح کرنا بت پرستی کی اصلاح سے بھی زیادہ مشکل کام تھا۔ یا خونخوار اور خاندانی دشمنوں کی وحدت پیدا کرنا جسے زیادہ دشوار تھا۔ یا دختر کشی قمار بازی اور گھوڑوں کے بالمقابل بھی اسکی کچھ حقیقت تھی۔ غور کا مقام ہے کہ تعدد ازواج میں اصلاح کرنا اس عظیم الشان انسان کے لیے مشکل کام بتایا جاتا ہے۔ جس نے چند ہی سال کے عرصہ میں ایک وحشی قوم کو تہذیب کے معراج پر پہنچا دیا۔

دوسری رائے استذکرہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدد ازواج کو بدی نہیں سمجھا اور اگر وہ اسکو برا سمجھتے تو اسی طرح اسکو دور کر سکتے تھے جیسے اور ہزاروں بدیوں کو دور کیا۔ نہ ہی یہ کہنا درست ہے کہ آپ نے اس مسئلہ پر غور نہیں کیا کیونکہ یہ ثابت ہے کہ اس وقت کے مروج رسم میں آپ نے بہت سی اصلاحیں کیں جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے غور کیا اور ضرورت سمجھ کر

اسکی اجازت دی اور ساتھ ہی اسکی بد استعمالی کو جہان تک ممکن تھا روکا۔ اب ہم دوسرے اعتراض پر بحث کرتے ہیں جسکایہ منشاء ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نعوذ باللہ ایسا ناقص تھا کہ آپ تعدد ازواج کی برائیوں پر مطلع نہ ہو سکے مفصل بحث اس مضمون پر تیسرے حصہ مضمون میں ہوگی جہاں تعدد ازواج پر اعتراضوں کا جواب دیا جاوے گا۔ اس حصہ میں ہم یہ ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ کہ تعدد ازواج کی برائیاں اصل میں کوئی وجود نہیں رکھتیں بلکہ انکا وجود صرف ان لوگوں کے خیال تک ہی محدود ہے جسکے خون میں اسکی مخالفت رچی ہوئی ہے اور یا ان لوگوں کے جو اندھا دھندانکی پیروی کر رہے ہیں اور یوں ملا وجہ ایک مقدس اور پاکیزہ رواج سے بیزار ہو رہے ہیں۔ یہاں دو اور پہلوؤں کے لحاظ سے ہم مختصراً کچھ بیان کریں گے۔

جیوانی جذبات کے محرکات اور اسلام میں ان کا علاج کو

تعدد ازواج کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس جیوانی جذبات کو تحریک ہوتی اور شہوانی خیالات برتتے ہیں یہاں اس اعتراض کا جواب دینا ہمارا مقصود نہیں بلکہ صرف یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ ممکن تھا کہ اگر واقعی تعدد ازواج کا ایسا برا اثر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے خبر نہ ہوتے تھے! اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ جہاں مختلف مذاہب میں نجات کے لیے مختلف جیلے تجویز کیے گئے ہیں اسلام میں نجات کو صرف پاکیزہ زندگی سے وابستہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی قد افلح من زکھا اس پر شاہد ہے۔ اسلام اس قسم کے باطل خیالوں کو ایک لمحہ کیلئے بھی قبول نہیں کیا۔ کہ ایک شخص گناہوں میں غرق ہو کر کسی کے خون کے کفارہ سے بھی نجات پاسکتا ہے پس چونکہ مذہب اسلام کی بنیاد جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے (جسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنا اور ہر ایک نفسانی خواہش کو ترک کرنا) نفس کی حقیقی پاکیزگی پر رکھی گئی ہے اور اسکے سوا کوئی ذریعہ نجات کا تجویز نہیں کیا گیا۔ اسلیئے اس پاکیزہ مذہب کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ تمام تجاویز پیش کرتا جو جیوانی جذبات اور نفسانی خواہشات کو دبانے والی ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ہر ایک سوراخ جسکے ذریعہ بد خواہش انسان کے دل کے اندر گھس سکتی تھی بند کیا یہی وجہ ہے کہ کسی اور مذہب کے علمی طور پر اتنے طریق حقیقی پاکیزگی کے حاصل کرنے اور بد خواہشات سے بچنے کے نہیں بتائے جیسے کہ اسلام نے بتائے ہیں۔ یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں لیکن اس پر مفصل بحث اس مختصر مضمون میں نہیں ہو سکتی۔ اس پر روشنی ڈالنے کیلئے ہم دو محرکات جیوانی کو لیکر دکھائیں گے کہ کس طرح اسلام نے جیوانی جذبات کو دور کرنے کے لیے انسانی فطرت کے مختلف شعبوں پر غور کیا ہے یہ دو محرکات مثل بخوری

اور مردوں اور عورتوں کا کھلا میل جول میں خصوصاً کھیل تماشوں اور عیش و عشرت کے موقع پر جب حیوانی جذبات خود ہی تحریک میں ہوتے ہیں اور اول تو ایسا ایسی بدیہی بات ہے کہ کوئی عقلمند آدمی آج اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ شراب بخوری نسل انسانی کی سخت ترین دشمن اور جذبات حیوانی کی خطرناک محرک ہے سوائے اسلام کے وہ کون مذہب ہے جس نے اس بدی کو جس کے دور کرنے کے لیے آج تمام انسانی کوششیں ناکام ثابت ہو رہی ہیں ایک ہی لفظ سے ناپود کر دیا اور ان لوگوں کو جنکی گھٹی میں شراب پٹری ہوئی تھی ایک دم میں شراب کے ایسا متنفر کر دیا کہ ہمیشہ کیلئے وہ اسکے سخت ترین دشمن ہو گئے۔ ایک ہی لفظ پر کہ اسلام میں شراب منع ہے کیونکہ وہ انسان کی دشمن ہے شراب کے منکے اور پیالے اس طرح پر توڑ ڈالے گئے جیسے کسی چیز سے سخت نفرت پیدا ہو جاتی ہے کیا کوئی انسانی کوشش آج تک یہ کام کر سکی ہے اور باوجود اسکے اس انسان اور اسکے ان رفیقوں کو نفسانی جذبات کے پیرو کہا جاتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ طاقت نہ تھی کہ اپنے صحابہ کے نفسانی جذبات کو روک سکتے۔ اس لیے تعدد ازواج کو جائز رکھا گیا۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی سنا ظلم ہو سکتا ہے۔ کوئی انصاف کے اس بات کا جواب نہیں دے کہ تعدد ازواج کا روکنا زیادہ مشکل امر تھا یا شراب بخوری کا۔ اور جواب دینے سے پہلے اس بات پر بھی غور کر لے کہ تعدد ازواج کی ممانعت یورپ میں کیسی خطرناک زنا کاری پھیلی ہے۔ اور یہ بھی سوچ لے کہ شراب کی ممانعت انسان کو کس حقیقی پاکیزگی کی طرف لیجاتی ہے۔ جن لوگوں میں تعدد ازواج کے مسئلہ کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے انہیں دس فیصدی سے زیادہ لوگ اس پر عمل کر نوالے نہیں پائے جائینگے۔ یہ نسبت مارمنونکی ہے۔ جنکے درمیان تعدد ازواج صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری اور فرض کی طرح ہے۔ مگر ان لوگوں کے درمیان جنکے اندر اسلام کی طرح تعدد ازواج صرف ضرورت کیلئے جائز رکھا گیا ہے۔ تعدد ازواج پر عمل کر نوالونکی نسبت بہت ہی کم ہوتی ہے۔ پس تعدد ازواج کو روکنا کوئی مشکل امر نہیں اور ہر ایک گورنمنٹ انسانی سے تعدد ازواج سے لوگوں کو روک سکتی ہے لیکن کوئی انسانی گورنمنٹ کوئی لحظہ کوئی لیکچر شراب بخوری کے دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ساری دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کر لو۔ صرف ایک ہی مثال ملے گی۔ جہان اس بدی کو جڑ سے کاٹا گیا ہے اور وہ ہے اسلام کا مقدس مذہب جو صرف لفظوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ انسان سے حقیقی پاکیزگی چاہتا ہے دوسری بڑی بھاری روک جو اسلام نے حیوانی جذبات کو دبانے کیلئے تجویز کی ہے۔ وہ مردوں اور عورتوں کے کھلے میل جول کو بند کرنا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں کہا جاتا ہے۔ اب چاہو تو پردہ کو غلطی کہہ لو مگر اس تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ غلطی بھی حقیقی پاکیزگی کی

طرف لیجا بیوالی ہے اور حیوانی جذبات کو روکنے والی ہے۔ پھر ایک یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ پردہ سے عدم اعتبار ثابت ہوتا ہے ہم مانتے ہیں مگر عدم اعتبار کس امر کا ہے۔ عام انسانوں کے حیوانی جذبات اور نفسانی جو شوہر عدم اعتبار ہے۔ اور اس عدم اعتبار پر سوائے اس شخص کے کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔ جو فطرت انسانی سے واقف ہے۔ پردہ جو کچھ ہے مگر یہ بات تو یقینی ہے کہ حقیقی پاکیزگی تک پہنچنے کیلئے پردہ کا حکم دیا گیا ہے اور پردہ کا اثر عورتوں کی تعلیم اور ترقی پر جو کچھ ہو سو ہو پر اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ نفسانی جذبات اور حیوانی خواہشات کو روکنے کیلئے پردہ ہی ایک علاج اور پردہ ہی ایک راہ ہے پس بہر حال یہ تو ثابت ہے کہ اسلام نے اس قدر کوشش انسانوں کو پاکیزگی تک پہنچانے کے لیے کی ہے جو کسی دوسرے مذہب نہیں کی اور ہر ہیلو سے اصلاح کا ارادہ کیا ہے ایک شخص جسکے نزدیک اس حقیقی پاکیزگی کی کچھ قدر قیمت نہیں یہ الزام اگر اسلام پر دے کہ پاکیزگی کو پیدا کرنے کیلئے اسلام بہت دور چلا گیا ہے تو اسکا الزام بیکار ہے کیونکہ وہ حیوانی جذبات الگ نہیں ہوا اور معدوم ہے۔ علاوہ ازیں پردہ کے مضمون میں مفصل بحث کر کے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پردہ کا حکم انسانی فطرت کے گہرے مطالعہ پر مبنی ہے اور مردوں اور عورتوں کے کھلے میل جول سے کبھی دل کی وہ پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی جو اسلام کا اصل مقصد اور منشا ہے پس جس مذہب کی نگاہ ایسی باریک ہے اور جس نے جذبات کے روکنے کیلئے جس قدر ممکن صلاحیتیں کیں اسکی نسبت یہ کہنا کہ وہ تعدد ازواج کی فرضی برائیوں پر مطلع نہیں ہو سکا شخص حماقت کے حقیقی پاکیزگی تک پہنچنے کیلئے اسلام نے جس قدر راہیں تجویز کی ہیں وہ عین صواب ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ اگر اسلام تعدد ازواج کو روکتا تو جیسا کہ اس مضمون کے پہلے حصہ میں دکھایا جا چکا ہے وہ حقیقی پاکیزگی تک پہنچنے کی ایک ضروری راہ کو بند کر دیتا۔ کیونکہ جس صورت میں خاص حالات کے ماتحت تعدد ازواج ایک انسانی ضرورت ہو جاتی ہے تو اسکی مانعیت کا نتیجہ سو گنا گنہگار کی ہے اور کیا ہو سکتا ہے اور اسکی شہادت ان عیسائی ممالک کے ملتی ہے جہاں تعدد ازواج کی مانعیت کیلئے ہے چنانچہ کئی دفعہ عیسائیوں کی شہادت ان صفحات میں ہم نقل کر چکے ہیں اور اس موقع پر کلیسیا کے ایک عظیم الشان عہدیدار کی شہادت اور نقل کرتے ہیں پادری اسک ٹیلر نے کلیسیا کے ایک مجمع میں لیکچر دیتے وقت کہا: ”تعدد ازواج کی وجہ سے اسلامی بلاد پیشور زانیہ عورتوں سے پاک ہیں اور یہ واقعہ عیسائی مذہب کے لیے بہت بڑھکر شرم کا موجب ہے بلکہ نسبت اس کے جو تعدد ازواج اسلام کے لیے ہے مسلمانوں کے درمیان تعدد ازواج کا رواج جو مقید بہ شرط طہ ہے عورتوں کے لیے نہایت ہی کم باعث ذلت اور مردوں کے لیے نہایت ہی کم باعث نقصان ہے اس زنا کاری کی حالت کے جس میں ایک ایک

عورت کسی کئی خاوند رکھتی ہے۔ (یعنی خاوند کے علاوہ آشنا رکھتی ہے) جو عیسائی بلاد کیلئے باعث لعنت ہے اور جس کے اسلام بالکل پاک ہے۔ وہ انگریز جو کئی کئی ایک ایک عورت کے زنا کرتے ہیں یقیناً نہیں رکھتے کہ ان مسلمانوں پر جو تعدد ازواج کے پابند ہیں کوئی الزام لگاویں ہمیں چاہئے کہ اپنے بھائی کی آنکھ کے تل کو کچھ نہ کہیں جیتک کہ پہلے اپنی آنکھ کا ششیر نہ نکال لیں، ہم طری خوشی سے اس بات کو تسلیم کر لیں گے کہ اسلام ناقص تہذیب کے سبب تعدد ازواج کے نقصوں پر نگاہ نہیں ہو سکا۔ اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ اس ترقی تہذیب کے زمانے میں تعدد ازواج کی ممانعت زنا کاری کو زیادہ نہیں بلکہ کم کر نیوالی ہے۔ لیکن واقعات پر غور کر نیسے نتیجہ اس سے برعکس پیدا ہوتا ہے جو تعدد ازواج کے دشمن فرض کر رہے ہیں۔

دو سرا بڑا اعتراض تعدد ازواج کے خلاف یہ ہے کہ اس میں عورت کی حق تلفی ہے

عورتوں کے حقوق

اس اعتراض کا بھی اس جگہ ہم جواب نہیں دینا چاہتے بلکہ اس پہلو سے سپر غور کر نیگے کہ آیا اسلام کا عام میلان عورت کی حالت کے متعلق کیا تھا یعنی اسلام کے اصول عورت کو اس کے حقوق دینے اور اس کی حالت کی اصلاح کر نیوالے تھے یا اس کی حق تلفی کر نیوالے کیونکہ تمام اصول کا منشا انجام کار ایک ہی ہونا چاہئے یہ ایک مسلم امر ہے کہ اسلام سے پہلے عورت سخت ذلت کی حالت میں تھی۔ وہ انسانی ... سو سائیکٹی کا ایک ممبر نہ سمجھی جاتی تھی بلکہ جایدا اور مال کی طرح ایک چیز سمجھی جاتی تھی چنانچہ کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی بیوی ان اسکے بیٹے کے ورثہ میں آتی تھیں اور یوں ایک ناپاک رسم کی بنیاد پڑ گئی تھی جسے قرآن شریف نے حرمت صلیکھ اہلتکم کہہ کر دور کیا۔ لیکن اسلام کے ساتھ ہی ایک حیرت انگیز تبدیلی عورت کی حالت میں بہن نظر آتی ہے دختر کشی کی رسم جڑ سے اکھاڑ ڈالی گئی اور عورت کا ورثہ متوفی کے قبضہ میں آنا موقوف ہوا۔ جنسیت کے فرق کو اس طرح دور کیا گیا کہ نیک اعمال سے عورت وہی مقام حاصل کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر اسلام نے عورت کی انتہا میں یہ صلاح کی کہ یا تو وہ مال اور جایدا کی طرح خود ورثہ میں جاتی تھی اور یا اب مرد وارثوں کی طرح اور ان کے ساتھ وہ بھی وارث ٹھہرائی گئی اور اسکو تمام وہ اختیارات جایدا کے متعلق دیے گئے جو مردوں کو حاصل تھے۔ غرضیکہ اسلام نے عورت کو وہ حقوق دیئے ہیں جو اس وقت کے اعلیٰ درجہ کی تہذیب کے نیچے بھی اسکو نہیں ملے۔ بچے کا بوجھ اٹھانے اور جننے اور پالنے کی جتنی تکالیف عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں انکی وہ قدر کی گئی ہے جو اور کسی نے نہیں کی چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے ان للحامل منکنا اجر الصائم القائم فاذا اضر بہا الطلق لم یدر احد ما لہا من الاجر فاذا ارضعت کان لہا بکل مصدۃ اجر احیاء نفس یعنی حاملہ عورت کیلئے وہ اجر ہے جو اس آدمی کیلئے ہے جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا ہوتا ہے

پھر جب عورت کو درد زہ لگتی ہے تو کوئی نہیں جانتا کہ اسکا اجر کتنا بڑا ہے پھر جب وہ بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو ہر ایک گھونٹ کے عوض جو بچہ چوستا ہے اسکے لیے ایسا اجر ہوتا ہے جیسے ایک نفس کو زندہ کرنا کیا کیا ان سب امور سے یہ صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ اسلام نے عورت کی اصل جگہ اور اسکی اصل قدر و منزلت کو پورے طور پر پہچانا ہے۔ ایک طرف یہ عورت کو اسکے سارے حقوق دیتا ہے اور یوں سب سے زیادہ میں سے اسکی اصل جگہ دیتا ہے اور دوسری طرف گھر کے اندر اسکے حقوق کی پوری نگہداشت کرتا ہے اور یہ امر واقع ہے کہ ایک خاوند کی دو عورتیں ہونی سے کسی طرح انکی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ انکے حقوق وہی رہتے ہیں جو ایک بیوی کے ہوتے ہیں۔ دوسری عورت ہونی سے اسکی کوئی کم قدری نہیں ہوتی بلکہ اگر غور کیا جاوے تو تعدد ازواج کی اجازت عورت کے قدر کو بڑھانے والی ہے وہ لاکھوں عورتیں جو مذہب ممالک میں اوٹ کا سٹ (مردود) کے نام سے مشہور ہیں تعدد ازواج سے نیک بیبیاں اور قابل قدر مائیں بن سکتی ہیں پس وہ طریق جس سے لاکھوں عورتوں کے حالات کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اسپر تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ اسمیں عورت کی حق تلفی اور کم قدری ہے اور ان ہزار ہا زانیہ عورتوں کے وجود کو جنکے سبب سے ایک بڑا حصہ نسل انسانی کا چار پانچواں حصہ بھی نیچے گرا ہوا ہے انسانی سوسائٹی کی بہتری کا موجب سمجھا جاتا ہے۔ مگر اسلام عورت کو تو کم اس وحیثانہ حالت میں ناپاک زندگیاں بسر کرنے سے روکتا ہے اور جس طرح سے ہوانہ انسان دایرہ کے اندر لاتا ہے خواہ یہ غرض تعدد ازواج کی مدد سے حاصل ہو اور خواہ بغیر اسکے۔

قرآن شریف نے تعدد ازواج | اس مختصر بحث کے بعد اب ہم اصل سوال کی طرف آتے ہیں یعنی قرآن کی بنیاد پر کیا رکھی ہے | کریم نے تعدد ازواج کی اجازت کس بنا پر دی ہے اس سوال کے جواب کے لیے ضروری ہے کہ اس آیت پر غور کیا جاوے جس میں یہ

اجازت دی گئی ہے یہ آیت سورہ نساء کی تیسری آیت ہے اور سورہ شریفان الفاظ سے شروع ہوتی ہے یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھما زوجکم وبت منھما رجلاً کثیراً ونساءً واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ واکلوا مما ارزاکم کان علیکم قیلاً (النساء) لے لوگو! تقوے اختیار کرو اپنے پروردگار کا جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اسکی بی بی کو پیدا کیا اور پھر ان دو (میان بی بی) سے بہت سے مرد و عورت پیدا کیے۔ اور تقوے اختیار کرو اس خدا کا جسکے نام سے تم سوال کرتے ہو اور رجوع کرنا اس ملاحظہ رکھو) بیشک اللہ تعالیٰ نہیں نگہبان ہے۔ سورہ شریفان کو اس آیت سے شروع کرنے میں قرآن کریم

کی ایک خاص غرض معلوم ہوتی ہے۔ اس آیت میں دو دفعہ تقوے اللہ کی تاکید کی گئی ہے یعنی ایک تو ابتدا میں اور پھر درمیان میں اسی نصیحت کا اعادہ کیا ہے اور اخیر میں فرمایا کہ اللہ تم پر نگہبان ہے یعنی تمہارے پوشیدہ کاموں سے اور تمہارے دل کی باتوں سے بھی وہ واقف ہے پس تم ایسے کام نہ کرو کہ لوگوں کی نظر و بین تو اچھے رہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا دل پاک نہ ہو۔ نیز اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ میان بی بی کا تعلق اللہ تعالیٰ نے ایسے کیا ہے کہ تا ان دونوں سے نسل انسانی کا سلسلہ زمین پر بڑھے غور کرئیے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعدد ازواج کی علت غائی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے پس حکم کی بنیاد دوسرے تمام احکام کی طرح تقوے ہی ہے اور تعدد ازواج کی اجازت تقوے کی غرض سے ہی دی گئی ہے انسان کی زندگی کا بڑا مقصد اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے اور یہ پاک تعلق حاصل نہیں ہو سکتا جب تک انسان اس اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کے مقام پر نہ پہنچ جائے جہاں کوئی بد خیال اسکے دل کی طرف راہ نہ پاسکے اسی مقام کے حصول کے لیے یہ اجازت دی گئی ہے کہ انسان دو تین یا چار بیویاں حسب ضرورت کر لے مگر تمام بد خیالات اور نفسانی شہوات سے اپنے دل کو پاک رکھے۔

نکاح کی اصل غرض تقوے ہے قرآن شریف کی اور بہت آیات سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ بڑی غرض نکاح کی اسلام میں تقوے سے چنانچہ

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَیْسَتْ عَفْوَ الذِّیْنَ لَا یَجِدُونَ نِكَاحًا حَتّٰی یَغْنِیَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ (النور-۳۳) اور جو لوگ نکاح کر نیا مقدور نہیں رکھتے انکو چاہئے کہ (اور ذرائع سے) عفت طلب کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انکو غنی کر دے اس آیت کے معنوں کی تشریح ایک حدیث شریف سے ہوتی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر النِّسَاءِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةُ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ اَغْضُ لِلْبَصَرِ وَاحْصِنَ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلِیْهِ بِالْصَوْمِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وَجَاءُ مَا الذِّیْ لَا تَتَوَقَّعُ نَفْسُهُ اِلَى النِّكَاحِ فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ لَعَلَّةً بِهِنَّ مِنْ کِبَرٍ اَوْ مَرَضٍ اَوْ عَجْزٍ یُکْرَهُ لَهُ اَنْ یُنَکِّحَ لَا نَهْ یَلْتَزِمُهُ مَا لَا یُمْکِنُ الْقِیَامُ بِحَقِّهِ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو انوکے گروہ جو شخص تم میں سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ نکاح کر لے کیونکہ نکاح انسان کی نگاہ کو بہت نیچے رکھنے والا اور اسکی شرکاء کو بہت محفوظ رکھنے والا ہے اور جس شخص کے پاس نکاح کے ذرائع نہ ہوں تو اسکو چاہئے کہ روزے رکھے کیونکہ روزے اسکے قوائے شہوانی کو دبانے والے ہونگے۔ اور وہ شخص جسکا نفس نکاح کی

طرف مائل نہیں ہوتا اور کسی سبب کی وجہ سے ہو مثلاً بڑھاپے کے سبب یا بیماری کے سبب یا کمزوری کے سبب تو اسکے لیے نکاح کرنا اچھا نہیں کیونکہ اگر وہ نکاح کرے گا تو اپنے ذمے ایک ایسی چیز ڈال لیگا۔ جسکے حقوق وہ ادا نہیں کر سکتا۔ اب اس آیت اور حدیث سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نکاح کی بھاری اور اصلی غرض خواہ ایک بیوی سے ہو یا ایک سے زیادہ کے ساتھ تقویٰ اور پرہیزگاری کا قایم رکھنا اور شہوانی خیالات اور حیوانی جذبات سے بچنا ہے مثلاً قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ کوئی مرد غیر عورت کی طرف نظر نہ دیکھے کیونکہ اس سے آخر کار بدی پیدا ہوگا اندیشہ ہے اور مذہب اسلام انسان سے ایسی عفت چاہتا ہے کہ شہوانی خیالات کو مطلقاً انکے ذہنی طرف راہ نہ ملے۔ پاکیزگی کے اس اعلیٰ مرتبہ کے حاصل کرنیکے لیے ضروری ہے کہ مختلف حالات کے ماتحت مختلف انسانوں کو مختلف ذرائع میسر آسکیں مثلاً عام انسانوں کیلئے تو صرف یہ نصیحت ہے کہ وہ نکاح کر لین پھر جو لوگ قوی تو ہو پورے رکھتے ہیں۔ مگر نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے انکو حکم دیتا ہے کہ وہ روزے رکھیں اور جو لوگ بوڑھے ہو چکے ہیں یا قدرتی طور پر یا بیماری سے انکے قوی قیام نہیں انکو نکاح سے منع کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک ایسی جماعت جسکو تعدد ازواج کی اجازت دی گئی ہے۔ یعنی انکے لیے ایک بیوی کو نا کافی سمجھا گیا ہے زیادہ نکاح کرنیکی اجازت ہے اب اس قسم سے جو اسلام نے کی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس اخیری جماعت میں وہ لوگ شامل ہیں جنکے قوی جیسا کہ مضمون کے پہلے حصہ میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ ایک ہی عورت پر جسکے ساتھ طرح طرح کے قوی عوارض لگے ہوئے ہیں۔ صبر نہیں کر سکتے کیونکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں وہ انسان موجود ہیں جنکو ایسے قوی سے محروم کیا گیا ہے اور جنکو مذہب اسلام نے نکاح کو منہ سے منع کیا ہے ایسا ہی دوسری طرف قوی الشہوت لوگ بھی موجود ہیں جنکے لیے ایک عورت کافی نہیں اور ایسے ضروری تھا کہ انسان ایک سے زیادہ نکاح کرنیکی اجازت دیا جاتی کیونکہ مذہب نے انسانی ضروریات کے پورا کرنا راہ بتانا ہے نہ یہ کہ ان ضروریات کا گلا گھونٹ کر یہ کہا جائے کہ خواہ ضرورت ہو یا نہ ضرورت ہو اس سے آگے کوئی راہ کھلی نہیں جسکا نتیجہ آخر یہ ہوگا کہ وہ لوگ جائز طریقوں سے روکے جا کر ناجائز طریقوں کی طرف رجوع کرنے لگیں قرآن کریم یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک انسان ایسا پاک نفس ہو کہ اس کے دل میں کبھی یہ خیال بھی پیدا نہ ہو کہ غیر عورتوں کی طرف محض انکی خوبصورتی کی خاطر انکو دیکھے کیونکہ جو خوشی انسان کو اس طرح حاصل ہوتی ہے وہ دراصل ایک گندی اور شہوانی خوشی ہے خواہ مذہب سوسائٹی میں کوئی نام اسکا تجویز کر لیا جائے پس اس قسم کے تمام ناپاک خیالات کی جڑ کاٹنے کیلئے یہ امر ضروری تھا کہ تعدد ازواج کی اجازت دیا جاتی۔

ہاں اگر اس اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی کی کچھ پروا نہ کیا جائے تو بیشک تعدد ازواج کا دروازہ بند ہو سکتا ہے اور ان دو دروازوں میں سے ایک کا کھلا رہنا ضروری ہے یعنی تعدد ازواج کا دروازہ یا بدکاری کا دروازہ۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام انسان کو صرف زنا سے ہی منع نہیں کرتا۔ بلکہ اس قدر کو بھی کافی نہیں سمجھتا کہ شہوانی خیالات سے غیر عورتوں کی طرف نہ دیکھے اور یہ چاہتا ہے کہ بلا کسی ضرورت کے انسان قطعاً غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے اور وہ راستہ اختیار کرے جو سوسائٹی کے لیے اول درجہ کا مامون اور دل کی پاکیزگی کے لیے اول درجہ کا محافظ ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ سب لوگ راہبانہ زندگی اختیار کر لیں یا فطرت پر جبہ کریں اور اپنی کوئی ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جسکی وہ برداشت نہ کر سکتے ہوں بلکہ ایک ایسی راہ بتاتا ہے جسپر دنیا کے کاروبار کر نیوالے انسان اسانی سے چل سکتے ہیں۔ مذہب اسلام کو یہ ایسی فوقیت حاصل ہے کہ تمام دوسرے مذاہب اس سے خالی ہیں یعنی ایک طرف تو یہ مذہب اعلیٰ درجہ کی حقیقی پاکیزگی پر پہنچنے کی تعلیم دیتا ہے اور دوسری طرف ایسے عملی طریق بتاتا ہے جن پر چلکر انسان اس حقیقی پاکیزگی کو یا سکتا ہے۔ بدیونسے بچنے کا اسکا علم اصول دوسرے مذاہب پر ایک فوقیت رکھتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔

من حاور حول الحمی یوشک ان یقع فیہ۔ یعنی جو شخص محرمات الہی کے گرد پھرتا ہے قریب ہے کہ وہ انکے بیچ پڑ جاوے۔ پس اسلام صرف یہی نہیں کہتا کہ تم فلاں فعل بد مت کرو بلکہ اس فعل بد کے قریب آنے سے بھی روکتا ہے اور ان تمام راہوں کو بند کرتا ہے جن پر چلکر انسان کی بدکاری کا مرتکب ہو سکا اندیشہ ہو۔ گویا جیسا کہ ہم پہلے بھی کہ چکے ہیں بدی کو اس جگہ روکتا ہے جو روکنے کی جگہ ہے یعنی اسکے منبع پر کیونکہ اگر بدی کو اسکے پھوٹ نکلنے کی جگہ پر نہ روکا جاوے گا تو وہ پھر مرکز و راہ غیر محسوس سا خیال آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہوا جذبات کا وہ تند و تیز سیلاب ہو جاوے گا جسکا روکنا نہایت ہی مشکل ہو جاوے گا چنانچہ زنا کے متعلق قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ لا تقربوا الزنا۔ یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ پس اسلام نہ صرف زنا کاری سے روکتا ہے بلکہ ان تمام افعال سے بھی روکتا ہے جنکا نتیجہ یہ فعل بد ہو۔ یہ ایک ایسا بہتہ اور مضبوط اصول بدکاری سے بچنے کا ہے کہ اسلام کے اندھے دشمنوں کے سوا خواہ وہ مسلمان کہلاوین۔ یا غیر مسلمان کوئی منصف اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور جب تک زنا اور اسکی تمہیدات کو ایسی نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاوے تب تک تعدد ازواج کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا۔ جو شخص خدا کی مستی کو مانتا ہے وہ غور کرے کہ آیا وہ اعلیٰ درجہ حقیقی پاکیزگی جسکی تعلیم اسلام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر نیکی کے ضروری نہیں اور جو شخص ہستی باری تعالیٰ کا منکر ہے وہ بھی سوچے کہ آیا انسانی ترقی اس پاکیزگی سے وابستہ نہیں؟

سلسلہ نسل انسانی
کے بقا کی ضرورت

اب مذکورہ بالا بیان سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اسلامی شریعت تقوے اور پاکیزگی کیلئے
تعدد ازواج کو جائز رکھا ہے ان دلائل کے علاوہ جو اوپر دی گئی ہیں یہ امر قرآن کریم
کے بڑھنے والے پر پوشیدہ نہیں کہ قرآن کریم کس طرح بار بار تقوے پر زور دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ تقوے کا
حصول محض ایک خیالی امر ہی رہتا جب تک تعدد ازواج کی اجازت نہ دیجاتی۔ اگر قرآن کریم کا منشاء اناجیل
کی طرح یہ ہوتا کہ چند دل خوش کن فقر و نشے لوگوں کو خوش کرے۔ جیسے مثلاً ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھر
دینا جس پر عمل کر نیوالا کوئی عیسائی دنیا میں آج تک پیدا نہیں ہوا تو ایک آسان امر تھا کہ تعدد ازواج کے
دروازے کو بند کر دیا جاتا مگر مذہب اسلام کی غرض انسان کو واقعی ایک اعلیٰ مقام پر پہنچانا تھا اور اس لیے
جہاں ایک طرف اس مقدس مذہب میں یہ زور دیا گیا کہ تم تقوے اختیار کرو اور نفسانی خیالات اور حیوانی جذبات
کو مغلوب کرو اور ہر ایک قسم کی بد خواہش یا بد نظری سے اپنے آپ کو پاک رکھو دوسری طرف یہ امر بھی ملحوظ رکھ لیا
گیا کہ فطرت انسانی کے تقاضے کیا کیا ہیں اور وہ کس طرح سے احسن طریق سے پورے ہو سکتے ہیں اس لیے جہاں
ہر ایک بدی کو جڑ سے کاٹا گیا۔ تعدد ازواج کو قطعاً منع نہیں کیا گیا اور جیسا کہ سورہ نسا کی آیت سے ظاہر
ہے جو تعدد ازواج کی اجازت سے ایک آیت پہلے مذکور ہے تقوے کی خاطر یہ اجازت دی گئی ہے یہ ساقی کے
اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم نے یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ چونکہ مرد اور عورت کا جوڑ نسل انسانی کے
پھیلانے کا ذریعہ ہے پس اگر کبھی خاص حالات کے ماتحت ایک بیوی سے اولاد پیدا نہ ہو تو اور نواح کرشمی
بھی اجازت تھے تا وہ غرض منقود نہ ہو جائے جو نکلح کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اس آیت کے علاوہ
قرآن شریف کے دیگر مقامات سے بھی سلسلہ اولاد کیلئے تعدد ازواج کی اجازت اشارۃ النص کے طور پر
معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً قرآن کریم یہ دعا سکھاتا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا قَرَّةً
اَعْيُنَ وَاجْعَلْ لَنَا مِثْلَ مَا هَبْتَ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا قَرَّةً اَعْيُنَ (۴۷) اے ہمارے پروردگار ہمارے بیویوں سے ہماری
اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما اور ہمارے بزرگواروں کا پیشوا بنا۔ ایسا ہی حضرت ذکر یا کی یہ دعا
قرآن شریف میں بیان فرمائی گئی ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً۔ اے میرے
پروردگار مجھے اپنی جناب سے صالح اولاد عطا فرما۔ ان آیات سے ہمیں اولاد صالح کے پیدا ہونے کی ترغیب
دی گئی ہے صفائی شائستہ ہونا ہے کہ نیک اولاد کی خاطر بھی قرآن شریف نے تعدد ازواج کو جائز رکھا ہے اب
جیسا کہ مضمون کے پہلے حصہ میں ہم نے دکھایا تھا۔ تقوے اور اولاد کا پیدا ہونا ہی تعدد ازواج کی ضرورت
کو ثابت کر نیوالی دو بڑی باتیں ہیں اور ان کا ذکر قرآن شریف نے کھول کر کر دیا ہے اور چونکہ مختلف واقعات جو انسانوں کو
تعدد ازواج کی ضرورت کیلئے مختلف حالات کے نیچے پیش آتے ہیں ان سب کا بیان کرنا ناممکن امر ہے

اس لیے قرآن شریف نے اس اجازت تعدد ازواج کو دو یا چار باتوں کے ساتھ محدود نہیں کیا کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو اصلی غرض بچہ مفقود ہو جاتی بلکہ خود ہر انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی ضروریات کو دیکھ کر اور تقویٰ اللہ کو مد نظر رکھ کر تعدد ازواج کی اجازت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

آیت کے معنی اب ہم اصل آیت کے معنی پر غور کرتے ہیں جس میں تعدد ازواج کی اجازت دی گئی ہے۔
وان خفتم الا تقسطوا فی الیستمی فانکھواما طاب لکم من النساء

مثنیٰ وثلث ورابع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم
ذلک ادنی الا تعدلوا (النساء - ۳) اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے
میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو دوسری عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں۔ دو و تین تین
چار چار عورتوں سے نکاح کر لو لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ انصاف قائم نہ رکھ سکو گے
تو ایک ہی بی بی پر کفایت کرو یا وہ چیز جس کے متارے دہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یہ تدبیر نامنصفانہ برتا
سے بچنے کے لیے اس آیت کے پہلے حصہ میں جو یتیمی کا ذکر ہے اس سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں۔
جیسا کہ اس سورۃ کی ایک اگلی آیت سے ظاہر ہے۔ ویستفتونک فی النساء
قل اللہ یفتیکم فیہن وما یتلی علیکم فی الکتب فی یتیمی النساء اللتی لا توؤعن
ما کتب لھن وترغبون ان تنکھن (النساء - ۱۲۷) اور پوچھتے ہیں تم سے یتیم عورتوں کے
ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں کہہ دے اللہ تم کو ان کے بارے میں اجازت دیتا ہے اور پہلے قرآن میں جو حکم لکھا گیا
جا چکا ہے۔ سو وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا حق جو ان کے لیے ٹھہرایا گیا ہے نہیں دیتے اور
باوجود اسکے ان کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف راغب ہو۔ یہاں جس پہلے حکم کا ذکر ہے کہ یتیم لڑکیوں کے
بارے میں دیا گیا ہے وہ اسی آیت سورہ نسا کی طرف اشارہ ہے جس میں تعدد ازواج کا بھی ذکر ہے ان
آیات کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ ان یتیم لڑکیوں کو جو ان کے سپرد ہوتی تھیں نکاح میں تو لے آتے
تھے مگر چونکہ ان کے کوئی رشتہ دار ایسے نہ ہوتے تھے جو ان کے حقوق کا مطالبہ کر سکیں اس لیے ان پر اکثر ظلم
ہوتا تھا۔ ان آیات میں اور خصوصاً اول الذکر آیت میں اس بری کی اصلاح مطلوب تھی کیونکہ جہان یتیمی
پر اور ظلم دور کیے گئے وہاں اس کا دور کرنا بھی ضروری تھا اور یتیم لڑکیوں کے ولی خود ان سے نکاح کرتے
تو اس قسم کے ظلم کا خطرہ باقی نہ تھا کیونکہ بچہ وہی ولی خود ان کے حقوق کے محافظ ہو جاتے۔

تعدد ازواج کس وقت جائز ہے
یہاں اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ تعدد ازواج سے
اگر کوئی خطرہ پیدا ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ دوسری شہوی

کر نیسے پہلی عورت کی حق تلفی نہ ہو جاوے اسکے علاوہ باقی تمام نقصانات محض خیالی ہیں اور اس خطرہ کو قرآن شریف نے خود محسوس کیا ہے کیونکہ تعدد ازواج کی اجازت کے ساتھ ہی پھر یہ لفظ بڑھا دیا ہے۔ فان خفتما الا تعدلوا فواحدة۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔ اب اس آیت میں دو باتوں کا ذکر ہے یعنی ایک یتیم لڑکیو نسے نکاح کر نیکا اور دوسرا ایک سے زیادہ بیبیان کر نیکا اور ان دونوں باتوں میں سے مسلمانوں کو کسی سے قطعی طور پر روکا نہیں گیا مگر ایسے الفاظ ضرور ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ضرورت کے ان دونوں باتوں سے بچنا چاہئے کیونکہ دونوں میں نا انصافی کا خطرہ ساتھ لگا ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی اجازت صرف ضرورت کی حالتوں میں ہے کیونکہ سوا ضرورت کے انسان کو ایسی بات میں پڑنا ہرگز جائز نہیں جس میں گناہ کا اندیشہ ہو۔ ان ضرورت کے وقت یا جب کسی اور گناہ میں پڑ نیکا اندیشہ ہو ایسا فعل ضروری ہو جاتا ہے۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ ان دونوں باتوں کے متعلق ایک ہی قسم کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ وان خفتما الا تعدلوا یعنی اگر تم کو اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ان یتیم لڑکیو نسے جو تمہاری زیر نگینی ہیں نکاح مت کرو بلکہ اور عورتوں سے نکاح کرو۔ اور تعدد ازواج کے متعلق بھی قریباً قریب ایسی ہی لفظ ہیں فان خفتما الا تعدلوا یعنی اگر تم کو اندیشہ ہے کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک سے زیادہ بی بی مت کرو بلکہ ایک ہی پر کفایت کرو۔ ممانعت دونوں صورتوں میں نہیں مگر سفارش ہی کی گئی ہے کہ جسے اوسع یتیم لڑکیو نسے نکاح کیا جائے اور نہ ایک سے زیادہ بیبیان کیجاوین ان ضرورت کے وقت دونوں باتیں جائز ہیں کیونکہ فی نفسہ یہ امور گناہ نہیں اگر ضرورت ہو اور ایک آدمی دیکھتا ہے کہ میں ایک یتیم لڑکی کو نکاح میں لا کر اسکے حقوق کو اسی طرح ادا کرونگا جیسے اور کسی عورت کے حقوق کو تو وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر ضرورت ہو اور ایک آدمی دیکھتا ہے کہ میں اس بات پر قادر ہوں کہ پہلی عورت کے حقوق کو فراموش نہیں کرونگا۔ اور سب بیبیو میں عدل قائم رکھ سکو لگا تو اسکو اجازت ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے۔ یہ ایک بالکل ساف امر ہے جس میں کسی قسم کے شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔

بلا ضرورت تعدد ازواج جائز نہیں

ہم نے اوپر یہ بیان کیا ہے کہ اگرچہ قرآن شریف تعدد ازواج کی اجازت دیتا ہے مگر اسکا یہ منشاء نہیں کہ بلا ضرورت تعدد ازواج جائز رکھا جاوے جیسا کہ سورہ نسا کی اس آیت کے ثابت کیا گیا ہے جس میں تعدد ازواج کی اجازت دیکھی ہے اسی آیت کے آخری الفاظ سے اور بھی اس بات کی تصریح ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ کہنے کے بعد

کہ اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو ایک ہی بی بی پر کفایت کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذلک
ادنیٰ اکلا تَعُولُوا یعنی یہ تدبیر کہ ایک ہی بی بی پر کفایت کی جائے، نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لیے
بہتر ہے اصل بات یہ ہے کہ تعدد ازواج کے مسئلہ میں بہت ساری مشکلات ہیں ایک طرف تو انسانی ضرورت
ہیں جن کو کوئی سچا مصلح یونہی رہنمیں کر سکتا اور دوسری طرف وہ خطرات ہیں جو تعدد ازواج کے متعلق
کوئی روک نہ ہو نیسے پیدا ہو سکتے ہیں ان مشکلات کے درمیان اسلام نے وسط کار راہ اختیار کیا ہے
یعنی تعدد ازواج کو بند تو نہیں کیا مگر چونکہ اس سے عورتوں کے ساتھ نامنصفانہ برتاؤ کا اندیشہ تھا۔
اسلئے ساتھ یہ قید لگا دی ہے کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ عدل نہ کر سکیگا۔ وہ تعدد ازواج نہ کرے
بلکہ ایک ہی بی بی پر کفایت کرے۔ اور پھر آیت کے اخیر پر یہ کہا ہے کہ بہتر اور انسب تجویز یہی ہے کہ سوا
اسکے جو کسی شخص کو ضرورت ہو وہ تعدد ازواج کی اجازت کے قایدہ نہ اٹھاوے اسی مضمون کے متعلق
آگے چلکر اسی سورہ شریفہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْلَمُوا بَيْنَ النِّسَاءِ
وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمَيَّلُوا كُلَّ الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ طَوَّانٍ تَصْلَحُ وَتَتَّقُوا فَاِنْ لِّلّٰهِ
كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا۔ (النساء - ۱۲۹) جس کا مطلب یہ ہے کہ تم ایسی طاقت نہیں رکھتے کہ عورتوں کے
درمیان پورے پورے عدل پر قادر ہو خواہ تمہارا دل بھی چاہتا ہو پس اگر دوسری بی بی کی ضرورت
آ بھی پڑی ہے تو ایسا نہ کرنا کہ بالکل ایک ہی طرف کو جھک جاؤ اور دوسری کو اس طرح چھوڑ بیٹھو کہ
نہ وہ خاوند والیوں میں داخل ہو اور نہ ان میں جنکے خاوند نہیں اور اگر موافقت کر لو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت کے الفاظ بہت قابل غور ہیں کیونکہ اس میں تعدد ازواج کے دونوں
پہلوؤں پر غور کیا گیا ہے۔ اس سے ایک ایسی حالت معلوم ہوتی ہے کہ گویا تعدد ازواج کی ضرورت اور
اس عدل کے قائم رکھنے میں جو قرآن شریف چاہتا ہے ایک جھگڑا ہے یعنی ایک طرف ضرورت اجازت
کو چاہتی ہے اور دوسری طرف پورا عدل قائم رکھنے کے مشکلات ہیں اس جھگڑے میں یہ آیت بطور
فیصلہ کے ہے۔ عدل کے بار میں یہ نیت کمتری ہے کہ تمام انسان یہ طاقت تو رکھ نہیں سکتے کہ پورا عدل
کرنے پر قادر رہوں پھر کیا تھا۔ ازدواج کی ممانعت کی گئی نہیں بلکہ ضرورت کو بھی تسلیم کیا گیا اور ساتھ ہی
شرط لگا دی کہ ایسا نہ ہو کہ پھر ایک ہی طرف کو جھک پڑو بلکہ جہاں تک انسانی طاقت میں ہے عدل کیا جاوے
پھر جو نقص رہ جاوے گا اللہ تعالیٰ اسکو بخشد گی بشرطیکہ آدمی تقویٰ اختیار کرے۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ تعدد ازواج کو معمولی بات نہیں سمجھا گیا کہ جو چاہے اسے اختیار کر لے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر عدل کی
شرط کو اسطر جبرم نہ کیا جاتا بلکہ ضرورت تھا کہ اس صورت میں یہ کہا جاتا کہ جب تم اپنی خواہش سے ایک کام

کرتے ہو نہ کسی ضرورت کے سبب یا مجبور ہو کر اور تم شرط کو پورا نہیں کر سکتے تو پھر اس کام کو کیوں کرتے ہو۔ ہمنے تو عدل کی شرط لگائی ہے پس جو شخص عدل کرنے پر قادر ہے خواہ اسے ضرورت ہو یا نہ ہو وہ ایک سے زیادہ بیبیان کر سکتا ہے مگر کلام الہی یہاں اس طرح واقع ہوا ہے کہ گویا انسان کسی مجبوری میں پھنسا ہوا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ بھی اس سے نرم سلوک کرتا ہے یعنی جیل سے واقعی تعدد ازواج کی ضرورت پیش آئی ہے اور اسے اپنے آپ کو پورا قادر عدل کرنے پر نہیں پایا ہے تو چونکہ وہ ضرورتاً ایک کام کو کرتا ہے جسکی اجازت خدا نے دی ہے پس اللہ تعالیٰ بھی اس سے نرم سلوک کرتا ہے اور جو کوئی نقص بتقاضائے فطرت انسانی واقع ہو اسے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا ساتھ ہی اسی جگہ تقوے کی شرط بھی لگا دی گئی ہے کیونکہ اگر ایک شخص نے تقوے کی ضرورت کو مد نظر رکھ کر ہی نکاح ثانی کیا ہے تو اس پر چھوٹی چھوٹی باتوں کی جو اسکی طاقت سے باہر ہیں کوئی گرفت نہیں انسان تقوے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ غفران الہی کا مستحق بھی ہی شخص ہے جو کسی طرح سے قابل معافی ہو اور تعدد ازواج کی صورتیں انسان اس وقت بیشک قابل معافی ہے جب وہ ضرورت کیلئے تعدد ازواج کرتا ہے اس لیے یہ صاف شہادت ملتی ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت قرآن شریف صرف ضرورت کے لیے ہی دیتا ہے۔ قرآن شریف کے اور کئی موقعوں سے بھی یہی بات ثابت ہے جیسا کہ آیت والذین هم عن اللغو معرضون سے ظاہر ہے کیونکہ بلا ضرورت کسی فعل کا کرنا لغو میں داخل ہے اور لغو سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے پس ہر ایک پہلو سے غور کرئیے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن شریف عام طور پر یہی چاہتا ہے کہ ایک ہی بی بی سے نکاح کیا جاوے مان ایسی انسانی ضرورتوں کے لیے جسے انکار نہیں ہو سکتا تعدد ازواج کو جائز رکھتا ہے اور ایسے خاص حالات میں اسکی اجازت دیتا ہے۔

ان الفاظ پر غور کرنا ابھی باقی ہے۔ خود قرآن کریم اسکی تشریح ان الفاظ

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ

میں کرتا ہے۔ ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنات

المؤمنات فمن ما ملكت ايمانكم من فتيكم المؤمنات واللہ اعلم بايمانكم بعضکم من بعض۔۔۔۔۔ ذلک لمن خشى العنت منکم وان تصبروا خیر لکم واللہ غفور رحیم (النساء - ۲۵) اور تم میں سے جسکو مسلمان بیبیوں سے نکاح کرنا مقدور نہ ہو تو وہ ان مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر سکتا ہے جو تمہارے قبضہ میں آچکی ہیں (یعنی کفار کے ساتھ جنگ میں بطور اسیر لائے تمہارے ہاتھ لگی ہیں اسی لیے ملکت ایمانکم کے الفاظ استعمال کیے ہیں

یعنی جنکے ہمتارے دہنے ہاتھ مالک ہوئے ہیں۔ اور اللہ تمنا سے ایمان کو خوب جانتا ہے تم ایک دوسرے کی جنس سے ہو۔۔۔ یہ اجازت اسکے لیے ہے جسے بدکاری میں پڑنیکا اندیشہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو ہمتارے حق میں بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اس آیت کے دو باتین معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ جب ایک شخص اس قدر قدرت رکھتا ہے کہ مسلمان آزاد عورت کے ساتھ نکاح کر سکے۔ تو اس صورت میں اسے مسلمان لونڈی کے ساتھ نکاح کر نیکی اجازت ہے۔ اگر اسکو یہ اندیشہ ہو کہ شادی نہ کر نیکی صورت میں وہ بدکاری میں مبتلا ہو جاوے گا۔ دویم اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کی بڑی ضرورت قرآن کریم کے نزدیک یہ بھی ہے کہ تا انسان میں یا در بدکاریوں میں مبتلا نہ ہو پس جو ضرورت نکاح کی ہے وہی ضرورت بدرجہ اولیٰ تعدد ازواج کی ہے۔ پس جب لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے میں بظاہر کوئی ہرج بھی معلوم نہیں ہوتا اور قرآن کریم نے خود بھی اسکے متعلق یہی کہا ہے کہ بعض کمزور بعض یعنی تم ایک دوسرے کی جنس سے ہو پس کیا سفایقہ ہے کہ لونڈی کے ساتھ ہی نکاح کر لیا جاوے تاہم اسکی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جب کسی کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ زنا میں مبتلا ہوگا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت بھی اسی لیے دی گئی ہے کہ تا انسان کسی بدکاری میں مبتلا نہ ہو۔

قرآن شریف عورتوں کے حقوق کی کس قدر نگہداشت کرتا ہے

اد پر بیان ہو چکا ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت کے متعلق جو آیت واقع ہوئی ہے وہ سورہ نسا میں واقع ہوئی اور یہی سورت ہے جس میں عورتوں کے حقوق وراثت کی نگہداشت

قرآن شریف کرتا ہے اور انہیں جائیداد کے پیدا کرنے یا وصیت کرنے یا خرید و فروخت کرنے کے وہی اختیار دیتا ہے جو مردوں کو حاصل تھے۔ اور یوں تعدد ازواج کی اجازت دینے کے ساتھ ہی عورتوں کو وہ حقوق دیتا ہے جو اسوقت تک دنیا کی کسی قوم نے نہیں دیئے تھے اور جو اب بھی کلی طور پر عورتوں کو حاصل نہیں ہوئے اس ترتیب آیات سے بھی یہی شہادت پیدا ہوتی ہے کہ اسلام میں تعدد ازواج کا منشا، سوسائٹی کی اصلاح اور عورتوں کی حالت کو بہتر کرنا تھا۔ ایک اور پہلو سے غور کر نیسے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت میں اور خصوصاً اس موقع پر قرآن کریم کا منشا یہی ہے کہ عورتوں کے حقوق کی پوری پوری نگہداشت کی جاوے چنانچہ اس سورت کی سب سے پہلی آیت کو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ بار بار تقویٰ کی تاکید فرما کر یہ سمجھاتا ہے کہ اسکے احکام اور اجازتیں صرف اسی غرض سے ہیں کہ تا انسان سچے تقویٰ پر قائم رہے اور یہی غرض تعدد ازواج کی اجازت دینے میں بھی

ہے مگر اس میت میں ایک اور لفظ قابل غور ہے۔ کیونکہ جہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ **واتقوا اللہ** یعنی اللہ سے ڈرو اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ **رحمونا کما پاس بھی ملحوظ رکھو ان دونوں باتوں کو ایک ہی جگہ جمع کرنا ظاہر ہوتا ہے کہ رحمون کے تعلقات کو قرآن شریف کس قدر عظمت دینی چاہتا ہے کہ اسکا ذکر بھی تقویٰ کے ساتھ ہی کیا ہے گویا یہ بھی سچے تقویٰ کی ایک بڑی بھاری علامت ہے کہ انسان رحم کے تعلقات کو پورے طور پر قائم رکھے۔ ایک اور موقعہ پر بھی اسی طرح قرآن شریف نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو والدین کی فرمانبرداری کے ساتھ ملحق کیا ہے اور اس جگہ بھی ان دونوں باتوں کو اکٹھا کر نیے مقصد یہی ہے کہ تا والدین کے حقوق کی عظمت کو انسان سمجھیں اسی عظمت کو اس جگہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے حقوق کے ادا کرنے پر قرآن شریف کس قدر زور دیتا ہے اور یوں بیوی اور والدہ کے ذریعہ سے جو تعلقات پیدا ہوتے ہیں کہانیاں انکی پائیدار حکم دیتا ہے۔ اسکے متعلق ایک واقعہ یاد کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس منظر قلبیہ جیسے یہ وحی نازل ہوئی ان احکام کی کس قدر عظمت تھی اور اسکے پاک اخلاق کا دائرہ کس قدر وسیع تھا جب حضرت عمر کے عہد میں اسلامی فوجوں نے مصر کو فتح کیا تو انکو حکم تھا کہ مصریوں کے ساتھ خاص طور سے نرمی سے سلوک کریں۔ جب سکندریہ کے بڑے پادری نے اسکی وجہ دریافت کی تو اسکو یہ جواب دیا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مصر کے فتح ہونکی بشارت دی تھی تو ساتھ یہ بھی تاکید فرمائی تھی کہ مصریوں کے ساتھ بہت نرمی کیجیو گے کیونکہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مصر سے آئی تھیں اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ہونیکے سبب کل عرب کی ماں تھیں جیسے پادری نے اقرار کیا کہ ایسے اخلاق سوائے سچے پیغمبر کے اور کسی کے نہیں ہو سکتے۔ غرضیکہ تعدد ازواج کی اجازت پہلے اور پیچھے۔ عورتوں کے حقوق پر بہت زور دیا گیا ہے علاوہ ازیں اس حکم کا کہ رحمونا کما پاس ملحوظ رکھو۔ یہ نشانہ بھی ہے کہ عورت کے رشتہ داروں کو کسی طرح دکھ نہ دیا جاوے اور چونکہ بلا ضرورت دوسرا نکاح کرنے میں ان لوگوں کو بھی دکھ ہو نہ چکا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت خاص ضرورتوں کے لیے ہے جب انسان یہ سمجھے کہ اسکا نہ کرنا اسکے لیے باعث گناہ ہوگا۔**

اب اس جگہ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو بلا ضرورت تعدد ازواج کو روک سکتی ہے۔ ایک شخص یہ سوال کرے گا کہ کیوں قایدہ اٹھانے کو روکنے والی کیا چیز ہے؟
تعدد ازواج کی اجازت کو مثلاً اس شرط سے وابستہ نہ کر دیا گیا کہ جس شخص کو ایسی ضرورت محسوس ہو وہ قاضی یا ایک عدالت کے سامنے اپنی ضرورت بیان کرے عدالت سے

اجازت حاصل کرنے کے بعد دوسرا نکاح کرے ایسی تجویز دل خوش کرنے کے لیے تو اچھی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ عملی طور پر یہ کیسی چلی سکتی ہیں اگر یہ ممکن ہے کہ خیالی قوانین عملی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ تو ایسے سوالات کے اٹھانے سے بھی کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر ایک بی بی سے نکاح کرنا کسی عدالت یا گورنمنٹ کی اجازت پر منحصر نہیں تو یہ فیصلہ کیا وہ واقعات پیدا ہو گئے ہیں یا نہیں جس کے کسی خاص آدمی کو تعدد ازواج کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے وہی آدمی کر سکتا ہے جس کو ایسے واقعات پیش آ رہے ہیں اور دوسرے کسی شخص کی طاقت میں نہیں کہ اس کا اندازہ کر سکے خواہ قاضی ہو.... اور خواہ عدالت ہو کیونکہ ان واقعات کا ہر مرد کی اندرونی زندگی سے اس قدر تعلق ہے کہ دوسرا آدمی بھی پورے طور پر نہ اپنا مطلع ہو سکتا ہے اور نہ انکو سمجھ ہی سکتا ہے۔ پھر ایک اور امر قابل غور ہے کہ جب کوئی حکومت اس بات میں دخل نہیں دیتی کہ کوئی مرد نکاح کرے یا نہ کرے تو کیا وجہ ہے کہ اس بات میں وہ دخل دے کہ وہ تعدد ازواج کرے یا نہ کرے کیونکہ دونوں صورتوں میں ایک سے ہی حقوق اسکو نہ دیئے جاوے جس صورت میں تسلیم کیا جاتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کا جوڑ ضروری امر ہے اور بخود باعث نقصان ہے تو جو شخص بخت اختیار کرتا ہے اسکو کیوں مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ ضرور نکاح کرے حالانکہ جو شخص نکاح نہیں کرتا اس سے اسوجہ سے کہ وہ کسی فعل بد کا مرتکب ہو سوسائٹی کو بہت زیادہ نقصان پہنچنے کا احتمال ہے بہ نسبت اسکے جو کوئی شخص بلا ضرورت تعدد ازواج اختیار کرے پس اگر پہلی صورت میں حکومت کا کسی شخص کو مجبور کرنا کہ وہ ضرور نکاح کرے داخل نا انصافی ہے تو پھر کسی شخص کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ تعدد ازواج نہ کرے اس سے بھی بڑھکر نا انصافی ہے۔ لیکن یہاں اس سوال پر ہم عام طور پر بحث کرنا نہیں چاہتے کیونکہ سوال کے اس حصہ پر بحث کی اصلی جگہ اس مضمون کا تیسرا حصہ ہے اس جگہ ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف نے تعدد ازواج کو مشروط بہ ضرورت کرنے کے لیے کیا تجویز کی ہے۔ سب سے پہلے مالی حالات کا لحاظ ضروری ہے۔ شریعت اسلامی نے خاوند پر بعض ایسی مالی مجبوریاں ڈالی ہیں کہ اسکے لیے اس یا زمین حد سے بڑھتا سخت مشکل کام ہے مثلاً مرد کے لیے ضروری ہے کہ عورت کا حق مہر ادا کرے اور نیز اسکو نان و نفقہ دے اسلامی شریعت کا یہ منصفانہ اور دراندیشی کا اصول عورت کو محنت اور تکلیف سے بچاتا ہے اور اسکے قدرتی فرائض کو جو کچھ جنین اور پالنے کے متعلق ہیں ایک اعلیٰ درجہ کی خدمت تصور کر کے انکا ایک معاوضہ نان و نفقہ کی صورت میں دیتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی کو عورت کے حقوق کی کس قدر رعایت ہے کیونکہ خاوند کیلئے اس بات کو لازمی قرار دینے سے کہ وہ عورت کو گزارہ دے شریعت نے عورت کو سخت محنت

اور مزدوری کے کاموں سے نجات دیدی ہے بنکے لیے اسے قدرتی بنایا بھی نہیں۔ مہر اور نان و نفقہ کی ادائیگی ایک ایسا ضروری امر ہے کہ قرآن شریف نے صاف الفاظ میں ان لوگوں کو جو ایسی استطاعت نہیں رکھتے نکاح کر نیسے منع کیا ہے اور تقویٰ قائم رکھنے کیلئے انکو روزے رکھنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ معمولی حالات کے نیچے عام آدمیوں کو اس قدر وسعت ہرگز نہیں ہوتی کہ وہ دو دو بیویوں کے اخراجات کو برداشت کر سکیں پس یہ بوجھ جو خاوند پر ڈالا گیا ہے اسکی راہ میں ایک ایسی روک ہے کہ بلا ضرورت وہ دوسرا نکاح نہیں کرے گا۔ بعض مفسرین نے جنہیں امام شافعی بھی داخل ہیں۔ ذلت دینی الا تعولوا کے معنی بھی اسی کے مطابق کیئے ہیں وہ اس کے معنی کرتے ہیں کہ ایک ہی نکاح تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم بہت عیالدار نہ ہو جاؤ اور اس طرح پر تمہاری مالی مشکلات نہ بڑھ جاویں۔ اب سوچ کر دیکھ لینا چاہئے کہ جس حالت میں تعدد ازواج کے لیے شریعت نے یہ ذمہ داریاں رکھ دی ہیں تو ایک شخص جسکی غرض محض شہوت رانی ہے کب اس قدر بوجھ کو اٹھا سکتا ہے ایسے لوگوں کے لیے تو آسان طریق زنا کاری ہے جس میں نہ کوئی مہر نہ نان و نفقہ نہ بچونگی پرورش کی ذمہ داری۔ پھر شریعت اسلامی یہ بھی چاہتی ہے کہ جو شخص دوسرا نکاح کرے وہ دونوں بیویوں پر عادل قائم رکھے اور اس شرط کو بھی ایسا ضروری سمجھا گیا ہے کہ صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا گیا ہے کہ جسکو یہ اندیشہ بھی ہے کہ میں عدل کو قائم نہیں رکھ سکو لگا اسکو نہیں چاہئے کہ وہ تعدد ازواج اختیار کرے پس یہ ایک دوسری روک ہے کہ کوئی شخص بلا ضرورت تعدد ازواج نہ کرے۔ علاوہ ازین قرآن کریم صاف الفاظ میں یہ بھی فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی خاطر جو جنکے آدمی کے ساتھ رحم کے تعلقات ہیں۔ اچھی طرح مد نظر رکھا جاوے اور کوئی ایسا فعل بلا وجہ اور ضرورت نہ کیا جاوے جو انکو دکھ دینے کا موجب ہے۔ یہ ایک تیسری روک ہے ایسا ہی مختلف انسانوں کو مختلف حالات کے نیچے ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جو انکو بلا ضرورت تعدد ازواج کی طرف مایل ہونی سے روکتے ہیں اور ان سب کی تصریح اس جگہ ضروری نہیں۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ تعدد ازواج کے مسئلہ سے صرف خاص حالتوں میں اور ضرورت کی وقت ہی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ تعدد ازواج کی

کیا ابتدائی اسلامی سوسائٹی میں بلا ضرورت تعدد ازواج جائز تھا؟

اجازت جذبات شہوانی کی محرک نہیں بلکہ بہ سبب اپنی کثیر ذمہ داریوں کے جذبات شہوانی کو بہت حد تک دباؤ والی ہے بعض یہ خیال کیا کرتے ہیں کہ ابتدائی اسلامی سوسائٹی میں تعدد ازواج کی اجازت تھی

بلا ضرورت فائدہ اٹھایا جاتا تھا مگر یہ ایک غلطی ہے جو اصلی واقعات کی لاعلمی سے پیدا ہوتی ہے یہ مسلم ہے کہ عرب کی مختلف اقوام کثرت کے خانہ جنگیوں میں گرفتار تھیں اور دو افراد میں جو مختلف قوموں کے ہوں ایک معمولی جھگڑے کا نتیجہ ہوتا تھا کہ ہزار ہا جانیں ضائع ہوجاتی تھیں یہی جتنی کجا وجود کثرتی کی رسم کے عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت بڑھی ہوئی تھی جیسا کہ اس وقت میں تعدد ازواج کی رسم سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اسلام کی پیدائش کے ساتھ کچھ اور مشکلات بھی پیدا ہو گئیں اول اول تو اسکے دشمنوں نے طرح طرح کی ایذا رسائیوں سے یہ کوشش کی کہ اسلام کو نیست و نابود کیا جاوے مگر جب یہ کوششیں کارگر نہ ہوئیں اور مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھنے لگی تو وہ آخر جنگ پر اتر آئے اور نئے مذہب کو تلوار سے نیست و نابود کرنا چاہا۔ ان مشکلات کے اندر اسلام کو بھی اپنی حفاظت کے لیے تلوار اٹھانی پڑی تاکہ ان لوگوں کو جنہوں نے تلوار سے حق کو نیست و نابود کرنا چاہا تھا تلوار سے ہی سزا دی جاوے اس جنگوں کے سلسلہ میں جو اس طرح شروع ہوا سینکڑوں بلکہ ہزاروں جانیں تلف ہوئیں اور اس طرح سے مردوں کی تعداد اور بھی کم ہو گئی اور عورتوں کی تعداد بڑھ گئی اس کا علاج سوائے تعدد ازواج کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ مسلمانوں کے تمام تعلقات اپنے رشتہ داروں سے کٹ چکے تھے اور یہ ممکن نہ تھا کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان شادیاں ہو سکیں ان واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی اسلامی سوسائٹی میں تعدد ازواج کی ایک بڑی بھاری ضرورت پیدا ہو گئی تھی اور یہی وجہ تھی کہ ان پہلے مسلمانوں میں تعدد ازواج کا رواج کسی قدر زیادہ تھا۔ ان واقعات کو نہ صرف ان مصنفین نے ہی نظر انداز کیا ہے جنہوں نے امیر علی اور دلاور حسین کی طرح تعدد ازواج کو برا کہا ہے بلکہ اس الزام کے نیچے وہ لوگ بھی ہیں جو بظاہر تعدد ازواج کے حامی ہیں اور اس کو انسانی سوسائٹی کیلئے ضروری سمجھتے ہیں جیسے سر سید احمد مرحوم مگر ساتھ ہی اس بات پر اظہار خوشی کرتے ہیں کہ تعدد ازواج اب اس کثرت کے مروج نہیں جس کثرت کے اسلام کے ابتدائی دنوں میں تھا جس سے صاف یہ منشاء الگ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کو یا تعدد ازواج بلا ضرورت ہی کیا جاتا تھا حالانکہ حق بات یہ ہے کہ ابتدائی اسلامی سوسائٹی باقی عرب سے کٹ کر ایسی الگ ہو چکی تھی کہ ناطہ وغیرہ کے تمام تعلقات منقطع ہو چکے تھے اور مسلمان عورتوں کا کافروں کے ساتھ نکاح کرنا ناممکن ہو گیا تھا یہی باتیں ہیں جن کی بنا مسلم الشیوخ واقعات پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاحوں کے متعلق بڑی غلط فہمی ہوئی ہے آپ کے نکاح جن کی اصل غرض یا تو محض ہمدردی اور ترجمہ تھا اور یا مختلف قوموں کو ایک کرنا اور جنہیں علاوہ ان کے اور کئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض
تعدد ازواج میں کیا تھی۔

ملکی مصالح اور نیکو بنی اغراض تھیں۔ انکی بنافسانی خواہشات بتائی جاتی ہیں یہ امر مسلم ہے کہ جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ برس کی عمر میں نکاح کیا تو آپ عفت اور پرہیزگاری میں تمام عرب میں مشہور تھے پھر اسکے بعد پچیس سال تک یعنی جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندہ رہیں آپ نے دوسری بی بی سے نکاح نہیں کیا۔ حالانکہ عرب میں تعدد ازواج کی رسم بلا فید کسی شرط کے مروج تھی ان لوگوں کا جو ناحق نیک افعال میں بد اغراض تلاش کرتے ہیں۔ یہ فرض ہے کہ وہ اسکا سبب بھی تلاش کریں کہ کیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر تک یعنی اس عمر تک جب آپ بوڑھے ہو چکے تھے ایک سے زیادہ بی بی سے نکاح نہ کیا۔ اگر نفسانی خواہشات کیسوقت ایک شخص کے دل پر غلبہ پاسکتی ہیں تو وہ جوانی کا وقت ہوتا ہے جب جذبات جوانی جوش میں ہوتے ہیں مگر اس جوانی کے وقت میں آپ نے ایک بی بی پر ایسا اکتفا کیا کہ جسوقت قریش نے جمع ہو کر آپ کو یہ کہا کہ آپ بت پرستی کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں اور خوبصورت سے خوبصورت عورتیں آپ کے نکاح کر نیکیے لیے حاضر کرتے ہیں تو آپ نے کچھ بھی پروا نہ کی بلکہ یہی کہا کہ اگر سورج کو میرے داہنے اور چاند کو بائیں ہاتھ رکھ دیا جاوے تو بھی میں اس تبلیغ کو نہیں چھوڑ سکتا جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ نفسانی خواہشات کے غلبہ کا وقت جوانی کا وقت ہے اور چونکہ آپ کے اس زمانہ کی نسبت آپ کے سخت ترین دشمنوں کو بھی افواہ تھی کہ آپ اسوقت طہارت پاکیزگی اور عفت کا نمونہ تھے اس لیے یہ الزام کہ نفسانی خواہشات کو پورا کر نیکیے لیے آپ نے شادیاں کیں آپ کی ذات عصمت آب پر سخت ہتھان ہے۔

ان نکاحوں میں آپ کی اغراض کیا تھیں

ابتدائی سالوں میں جب مکہ میں آپ نے تبلیغ شروع کی تو اگرچہ کفار کی طرف سے مسلمانوں کو طرح طرح کے دکھ اور ذلتیں پہنچتی تھیں مگر رشتہ داری کے تعلق کی منقطع ہونے والے تھے خصوصاً ایسے لوگ جو ذی جاہت تھے وہ نسبتاً کفار کے حلوئے محفوظ تھے اور ان سے تعلقات بھی رکھتے تھے چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی ایک کافر سے بیاہی ہوئی تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لڑکی عایشہ کی سنگینی بھی ایک کافر کے لڑکے جبریر بن مطعم سے ہوئی ہوئی تھی۔ مگر مطعم نے بدینوجہ انکار کیا کہ اس تعلق سے خوف ہے کہ لڑکا نئے دین میں چلا جائے گا اسکے بعد ہی حضرت عایشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اگرچہ ابتدا میں ایسے تعلقات تھے مگر آہستہ آہستہ یہ تعلقات بالکل

منقطع ہو چکے تھے اور کسی مسلمان عورت کا کفار کے ہاتھ میں پڑ جانا اسکے لیے ہلاکت کا موجب تھا پھر آپ کی ہجرت کے رہے سے تعلقات بھی کٹ گئے۔ پس مسلمان لڑکیوں یا بیوہ عورتوں کیلئے ضروری تھا کہ مسلمان خاوند ہی ہوں۔ ان واقعات کو مد نظر رکھ کر ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کو مذکور دیکھا ہے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں کہ سوائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آپ کی ساری بیویاں بیوہ عورتیں تھیں۔ انکو ہم۔۔۔ الگ الگ جماعتوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ اول وہ عورتیں جنہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ حبش یا مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی اور دوسری وہ عورتیں جو کسی قوم کے سردار کی لڑکیاں یا بیوہ تھیں اور جنکے خاوند لڑائیوں میں مارے گئے ان کا ذکر ہم اس ترتیب کرتے ہیں جس ترتیب سے انکے نکاح ہوئے۔ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ نے ام المومنین سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ سودہ اور اسکا خاوند ابندامین ہی ہجرت کر کے حبش کو چلے گئے تھے اور اسی جگہ وہ بیوہ ہو گئیں۔ واپس آنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح کیا اسکے بعد ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا۔ یہ حضرت عمر کی لڑکی تھیں انہوں نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت کی۔ جب آپ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر نے پہلے حضرت عثمان کو اور پھر حضرت ابوبکر کو آپ سے نکاح کرنے کے لیے کہا مگر ان دونوں نے انکار کیا اسکے بعد آپ کا نکاح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ حضرت عمر کا خود حضرت عثمان اور ابوبکر کو کتنا صاف بتانا ہے کہ مسلمانوں کو کس قدر مشکلات تھیں۔ اسکے بعد ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ وہ بھی اپنے خاوند کھنیا اس پہلے گروہ میں شامل تھیں جو سب سے اول کفار کے ظلم سے تنگ آکر حبش کو ہجرت کر گیا۔ ام سلمہ کے خاوند کی موت کا موجب ایک زخم ہوا جو انکو ایک لڑائی میں لگا تھا۔ ام سلمہ کے بعد ام حبیبہ سے آپ نے نکاح کیا۔ یہ قریش کے مشہور سردار ابوسفیان کی لڑکی تھیں۔ آپ مع اپنے خاوند کے اس دوسرے گروہ میں شامل تھیں جو ہجرت کر کے حبش کو چلا گیا تھا۔ وہاں انکا خاوند عیسائی ہو گیا اور بھڑکی دیر بعد مر گیا لیکن وہ اسلام پر قائم رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اس کے بعد آپ کا نکاح ام المومنین زینب بنت جحش سے ہوا اسپر ہم اخیر میں غور کریں گے۔ اسکے بعد ام المومنین زینب کے نکاح ہوا جو ام المساکین کے نام سے مشہور ہیں آپ کا خاوند احد کی جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ آپ خود بھی نکاح سے دو تین ماہ بعد ہی فوت ہو گئیں۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی معاجزات میں سے تھیں اور بیوہ ہوئی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اب اس فہرست کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جس قدر عورتیں آپ کے ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔

وہ سب کی سب ایسی بھتین جو ابتدائیں ہی مسلمان ہوئی بھتین اور آخر کفار کے ہاتھ سے طرح طرح کے دکھ اٹھا کر جلا وطنی اختیار کر کے دوسرے ملکوں میں انہوں نے پناہ لی۔ وہ سب کی سب قریش کے شریف خاندانوں سے بھتین۔ ایک طرف تو وہ اپنے گھر بار کو چھوڑ چکی بھتین اور اپنی جائیداد اور سائش کو قربان کر کے صرف دین کی خاطر جلا وطنی قبول کی تھیں۔ اب دوسری مصیبت یہ آ پڑی کہ ان کے خاندان جو عسکری مشق کر کے انکو کھلاتے تھے وہ بھی یا مر گئے یا جنگوں میں شہید ہو گئے۔ اس سبب کی حالت میں ان کی تکالیف کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ کیا جائز تھا کہ ان عورتوں کو کفار کی طرف واپس بھیج دیا جاتا کہ وہ طرح طرح کے دکھ دیکر انکو مار ڈالتے یا کیا یہ درست تھا کہ انکو جبر گیری کے چھوڑ دیا جاتا کہ خود وہ خستہ حال ہو کر تباہ ہو جائیں نہیں نہیں اسلام یہ نہیں چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو جنہوں نے مذہب اور دین کی خاطر طرح طرح کے دکھ اٹھائے تھے یوں ذلت اور کس پر سی کی حالت میں تباہ ہو نیکی لیے چھوڑا جاتا کہ خود اپنے ہاتھوں سے فتنوں کے حوالے کر دیا جاتا کہ جو ظلم چاہیں ان پر کریں۔ ان کی اس سبب کی حالت پر رحم کھا کر ہی اس سول کریم نے انکو اپنے ازواج مطہرات ہونی کا شرف بخشا تا جس عزت کو انہوں نے گھر بار چھوڑ کر دین کی خاطر چھوڑا تھا اس سے بھی وہ چند عزت انکو اس دنیا میں دیا دے۔ یاد رہے کہ اس جگہ ہم نے اس سوال کے کہ آنحضرت کی اغراض ان نکاحوں میں کیا بھتین صرف ایک پہلو پر غور کیا ہے کیونکہ مضمون اس قدر وسیع ہے کہ بجائے خود ایک رسالہ کا محتاج ہے اور مفصل بحث اس جگہ اسپر نہیں ہو سکتی۔

ملکی تعلقات اور وحدت کا قیام کرنا ام المؤمنین جویریہ اور ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان

عورتوں میں سے ہیں جو قوم کے سرداروں کی لڑکیاں بھتین اور جنگوں میں گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔ ان میں سے اول الذکر ایک کافر کی بیوہ بھتین جو لڑائی میں مارا گیا۔ مال غنیمت میں وہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں ثابت نے بہت سارے پیارے بچے معاہدہ میں ان سے مانگا جسے وہ دے نہ سکتی بھتین چنانچہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور سارا قصہ آنحضرت کے روبرو بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ میں اپنی قوم کے سردار کی لڑکی ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ اپنی قوم میں واپس جائے تاکوئی اور فساد نہ ہو اور خود روپیہ دیکر آپ اسے نکاح کر لیا کیونکہ عربوں کی غیرت یہ برداشت نہ کر سکتی تھی کہ ایک رئیس کی لڑکی ہو کر کسی کم درجہ کے آدمی کے نکاح میں جائے۔ ام المؤمنین صفیہ حبشہ کی لڑائی میں ہاتھ آئی بھتین پہلے وحیدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیدی عورتوں میں سے ایک مجھے دیا جائے جس پر آپ اسکو کہا کہ جسے چاہو لے لو۔ اس نے صفیہ کو چنا مگر لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ ایک سردار کی لڑکی ہے اور مٹا سب نبین کہ آپ کے سوا کسی دوسرے کے قبضہ میں وہ آئے یا نکاح کرے پس آپ نے اس سے نکاح کیا۔ ان دونوں نکاحوں نے صاف ثابت ہو تا ہے کہ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض یہ تھی کہ تا اس ایک تعلق سے وہ کل کی کل قوم فساد سے رک جاوے اور اس طرح پر وہ قومیں جن کی عمریں جنگوں میں گزرتی تھیں ایک ہو جاویں۔ یہ امر کہ اس ذریعہ سے آپ نے پوری کامیابی حاصل کی ایسا بدیہی اور صاف ہے کہ جس کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

ام المؤمنین زینب بنت جحش کا نکاح

اب اس مضمون کو زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذکر سے ختم کرتے ہیں۔ زینب پہلے زید کے نکاح میں تھیں اور نہ صرف اسوجہ سے قابل رحم تھیں کہ آپ نے ابتداء میں ہی اسلام لا کر طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں اور ہجرت کی بلکہ اسوجہ سے بھی کہ آپ کا نکاح زید کے ساتھ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کر یا تھا لہذا ان کی طلاق اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم اور شفقت کے بڑھانے کی وجہ ہو گئی۔ اسکے علاوہ آپ کا بہت قریبی تعلق رشتہ داری کا بھی آنحضرت سے تھا اسکے متعلق مفصل مضمون چمنے اس رسالہ کی کسی گذشتہ اشاعت میں لکھا ہے۔ ناظرین وہاں سے دیکھ لیں اس جگہ ہم ایک عیسائی کے الفاظ اسکے متعلق نقل کرتے ہیں۔ باسور تھ سمٹھا اپنے لکچر و مین جو اس نے اسلام اور بانی اسلام پر دیئے ہیں کہتا ہے۔ ”مگر اس واقع کے تمام حالات پر پورا پورا تدبر کر نیکی بعد میں اطمینان سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ جس رنگ میں عیسائی اسکو پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے ایام جمال کے عربوں میں اس نکاح نے شور ضرور پیدا کیا۔ مگر نہ اسلیئے کہ کبھی انکو یہ شک ہوا ہو کہ آپ نے سازش کر کے زینب کو طلاق دلوائی ہے بلکہ اس لیے کہ وہ منہ بنی کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے اور اسلیئے اس نکاح کے متعلق ان کا یہ خیال تھا کہ وہ ایک ایسی عورت کے ہوا ہے جو آدمی کیلئے حرام میں اس حد بندی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوجہ سمجھا اور اپنے نکاح سے اسکو ہمیشہ کیلئے دور کر دیا نہ صرف اپنے فائدہ کے لیے بلکہ تمام عرب کے فائدے کیلئے“ پھر حاشیہ میں ہی مصنف لکھتا ہے۔ ”یہ یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاحوں کی وجہ جہان کوئی اور غرض بھی ہو سکتی ہے اس کی ایک تشریح یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان عورتوں کی یکسی کی حالت پر رحم کر کے آپ انکو نکاح میں لائے۔ وہ قریباً سب کی سب بیوہ تھیں جو نہ اپنی خوبصورتی کیلئے اور نہ ہی بالدار ہونے کی وجہ سے مشہور تھیں بلکہ انکی حالت اس سے برعکس تھی جب ہم اس بات کو مد نظر رکھیں اور ساتھ ہی یہ بھی غور کریں کہ کس طرح آپ نے ایک مدت تک ایک بیوی سے تجاوز نہیں کیا یہاں تک کہ آپ پچاس سال کی عمر تک پہنچ گئے تو اس سے اور بھی

تائید اس بات کی ہوتی ہے کہ زینب کے قصے میں یا آپ کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے یا آپ پر بتان لگایا گیا ہے۔ بہر حال یہ ایک یقینی امر ہے کہ اگر زید کو وہی شک ہو تا جو عیسا کی کرتے ہیں یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسکی بیوی کی محبت کو اس سے توڑا ہے تو وہ جس جبر اور استغفال سے ایک پرجوش اور مخلص مرید کی طرح مرتے دم تک آپکی خدمت کرتا رہا یہ ہرگز نہ ہوتا۔ (باقی آئندہ)

بنی اسرائیل کی گم شدہ قوام

اس عنوان کے نیچے ایک پچسپ مضمون نیوا ایر ایک یہودی میگزین کے فروری کے پرچہ میں نکلا ہے۔ راقم مضمون نے بڑی قابلیت سے اس سوال پر یہودیوں اور غیر یہودیوں کی رائے پر بحث کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ”وقتاً فوقتاً ان گم شدہ اقوام کی کبھی دنیا کے کسی کونے میں پائے جانے اور کبھی کسی کونے میں پائے جانے کے متعلق خبریں سنی جاتی ہیں مشکل سے کوئی سال ایسا گذرتا ہے کہ جب کوئی نہ کوئی سیاح جسکا وہم اسکی قوت فیصلہ پر غالب آ جاتا ہے یہ کہانی لیکر مہذب ممالک میں پرنٹ نہیں آتا کہ کس طرح اس نے گم شدہ اقوام اسرائیل کو کسی عجیب غریب دنیا کے کونے میں دریافت کیا اور عجیب کبھی کوئی غیر مشہور جگہ خاص طور پر ایسک کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو سب سے پہلی کہانی جولے کے متعلق سنائی جاتی ہے وہ یہی ہوتی ہے کہ اسکے باشندے بنی اسرائیل کے خاندان ہین چنانچہ گذشتہ چند ماہ کے اندر قریباً ایک درجن ریاستوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ جاپانی لوگ بنی اسرائیل میں سے ہیں پھر اسکے بعد یہ بھی کہا گیا ہے کہ ملک تربت میں بھی بنی اسرائیل ہی جا کر آباد ہوئے ہیں چند سال کا عرصہ ہوا جب دنیا کی آنکھیں جنوبی افریقہ کی طرف لگی ہوئی تھیں تو اس وقت یہودیوں اور بائٹن ٹاٹ اقوام کے درمیان مشابہتوں پر زور دیا جاتا تھا۔ تیسرے صدی عیسوی کے نصف میں انگریزی پبلک میں دو فریق ہو گئے تھے جن میں اس امر کی تائید اور تردید میں مباحثات کا زور شور تھا کہ آیا بر اعظم امریکہ کے اصلی باشندے اسرائیلی نسل سے ہیں یا نہیں چین افغانستان اور محرمین بنی اسرائیل کے آباد ہونے کی قطعی اور یقینی ثبوت ہم پہنچائے گئے ہیں بعض لوگوں نے یہ بھی یقین دلانا چاہا ہے کہ اگر نیا یورپیڈ کے باشندے اور بعض دوسری یورپین اقوام اسرائیل کی نسل سے ہیں۔“

ہوں۔ وہ یہودیوں سے بہت امور میں مناسبت رکھتے ہیں اور موسوی شریعت کے مطابق بڑے بھائی کی موت پر چھوٹا بھائی اسکی بیوہ کو نکاح میں لاتا ہے افغانستان کے ایک بڑے حصہ کے نام اور اس نام میں مطابقت معلوم ہوتی ہے جہاں اسد راس کے قول کے مطابق یہ گم شدہ اقوام اگر آباد ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں ہمیں کچھ شک معلوم نہیں ہوتا کہ خواہ ان اقوام کے ایک حصہ کا کچھ ہی حال ہو اسو ایک حصہ ضرور اس جگہ کے قریب ہی رہا ہوگا۔ جہاں وہ قید کیے گئے تھے اور اس طرح افغانستان کے ایک بڑے حصہ میں آباد ہو گیا ہوگا۔“

کیا حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے

ایک زمانہ وہ تھا جب یہ کہنا کہ حضرت مسیح کے اور بھی بھائی اور نہیں تھیں انکی شان کی ہتک سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس بات کو ناممکن سمجھا جاتا تھا کہ خدا کی ان نے فانی بچے جنے۔ مگر اب یہ صورت نہیں کیونکہ عیسائی صحابہ نے اب تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کی سوائے مسیح کے اور اولاد بھی تھی لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی۔ مگر اس امر کو کہ حضرت مسیح بیوی رکھتے تھے اب تک بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس بات کو انکی شان الوہیت کے خلاف سمجھا جاتا ہے کہ خدا ہو کر وہ بیوی بھی رکھتے ہوں اور حقوق زوجیت کو بھی ادا کرتے ہوں حالانکہ شان الوہیت کو صدی پہنچانیوالی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کو بھوک بھی لگتی تھی اور کھانا بھی کھاتے تھے۔ بلکہ انجیل میں تو لکھا ہے کہ جی اٹھنے کے بعد بھی ایلکو بھوک لگتی تھی اور آپ کھانا کھاتے تھے اور ایسا ہی جب آپ کو پیاس لگتی تو آپ پانی پیتے تھے پس جس شخص کو یہ دو بشری تقاضے لگے ہوئے تھے وہ باقی بشریت کے تقاضوں سے خالی نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ قرآن شریف نے نہایت خوبصورت اور مختصر الفاظ میں انکی الوہیت کے بطلان میں صرف اس قدر فرمایا ہے اور اسکو پھیلاؤ تو کئی جلدیں دلائل کی تیار ہو سکتی ہیں کہ کانا یا کلن الطعام یعنی حضرت مسیح اور انکی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے پس جو شخص دو یا تین وقت روٹی کھا کر بھی خدارہ سکتا ہے بیوی رکھنے کے لئے اسکی کسر شان ہو سکتی ہے۔ مگر کلیسیا نے حضرت مسیح کے نکاح کے انکار پر اصرار کو ہی مفید سمجھا ہے۔ اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ اس انکار کا نتیجہ تو یہ ہے کہ کمال انسانی تجربہ میں ہے نہ نکاح اور ادائیگی حقوق زوجیت میں۔ علاوہ ازیں اگر مسیح نے نکاح نہیں کیا تو ہر ایک سچے

عیسائی کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنے آقا اور مرشد کے نقش قدم پر چلے اور نہین تو یہ فائدہ تو اسکا ضرور ہو گا کہ اس طریق سے دنیا اس جھوٹے عقیدہ والوں سے خالی ہو کر ایک غلط عقیدہ سے نجات پا جائیگی۔ مان عیسائیوں نہین فرقہ مار بن ایسا پیدا ہوا ہے کہ اسکی تعلیم عیسائیوں کے اس خیال پر پانی پھرتی ہے۔

اخبار اگناسٹک جرنل ۱۸۔ پاج کے پرچہ میں ایک مضمون مامنون پر لکھتا ہے جسکے اثنائے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ حضرت مسیح نے صرف نکاح ہی نہیں کیا بلکہ ایک ہی وقت میں کم از کم انکی تین بیبیاں ضرور تھیں۔ عیسائی اس بات کا منہ پر لانا بہت برا سمجھتے ہیں مگر برامنانے کی آہن کیا بات ہے حضرت مسیح کے وقت میں تعدد ازواج کا عام رواج تھا۔ اور آپنے کبھی صراحتاً یا کنایتاً ایک لفظ بھی نہین کہا جس میں تعدد ازواج کی مخالفت پائی جاتی ہو پس اگر وہ اسکے مخالف نہ تھے تو لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تعدد ازواج کے حامی تھے۔ پھر اس عمل کرا کونسی تعجب کی بات ہو سکتی ہے۔ مامنون کے پریزیڈنٹ ارسن ہاڈ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ سنے اپنے وعظ میں جو ایک عام جلسہ میں ۱۸۷۵ء میں بیان کیا یہ کہا تھا ”مریم اور مار تھا۔ اور دوسری عورتوں کے متعلق جو مسیح کے ساتھ ساتھ رہتی تھیں کیا کہنا چاہئے پہلے زمانے میں اور یہ رواج آج تک چلا جاتا ہے۔ عورتیں اپنے خاوندوں کو لارڈ (آقا) کے نام سے پکارتی تھیں جیسا کہ ساہرہ کی مثال سے ظاہر ہے۔ لفظ لارڈ (آقا) بعض زبانوں میں لفظ ہسبنڈ (خاوند) کا مترادف ہے۔ اور ماسٹر مالک) لارڈ (آقا) اور ہسبنڈ (خاوند) کے ایک ہی معنی ہیں۔ جب مریم ہفتہ کے پہلے دن قبر پر آئی تو بچائے یسوع کے اس نے دو فرشتوں کو سفید کپڑوں میں دیکھا اور انہوں نے اسے کہا کہ اے عورت تو کیوں روتی ہے اس نے جواب دیا اسیلئے کہ وہ میرے آقا (یعنی خاوند) کو لینگے اور میں نہین جانتی کہ انہوں نے اسے کہاں رکھ دیا ہے اور جب وہ یہ کہہ چکی ... تو اسنے پھر کر دیکھا کہ یسوع کھڑا ہے مگر اس نے اسے پہچانا نہین۔ یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت تو کیوں روتی ہے اور کسے تلاش کرتی ہے اس نے اسے باغبان سمجھ کر کہا کہ اگر تو نے اسے یہاں سے اٹھایا ہے تو مجھے بتا کہ تو نے اسے کہاں رکھا ہے اور میں اسے لیاؤنگی۔ یسوع نے اسے کہا مریم۔ اس نے پھر کر دیکھا اور کہا ربونی یعنی اے میرے مالک۔ کیا یہ الفاظ اس محبت کو ظاہر نہین کرتے جو بیوی کو خاوند سے ہوتی ہے ضرور کرتے ہیں اور صاف طور پر ان یگانگت اور ہمدردی کے تعلقات کو ظاہر کرتے ہیں جو شوہر اور بی بی میں ہوتے ہیں محض اشتراک مذہب کی بنا پر ایسی محبت (ایک عورت اور مرد کے درمیان) ہرگز نہین ہو سکتی۔

اسکے بعد اور ثبوت حضرت مسیح کے نکاح کر نیکا اوراق انجیل سے ہی دیا گیا ہے اور اسکے لیے

انجیل یوحنا کے دوسرے باب کی ابتدائی آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں ایک دعوت کا ذکر ہے جو شامی کی تقریب پر ہوئی تھی۔ عجیب بات ہے کہ اس دعوت میں ایک طرف تو حضرت مسیح اور ان کی ماں شربک بن اور دوسری طرف ایک حواری بھی شامل ہیں۔ دو لہا کا نام تو نہیں دیا گیا مگر ان قرین سے اس کے نام کی تعیین ایک حد تک ضرور ہو سکتی ہے۔ وہ کون شخص ہو سکتا ہے جو اس کی خاطر ایک طرف تو حضرت مسیح کی ماں شامل دعوت ہو اور دوسری طرف وہ لوگ بھی شامل ہوں جنہوں نے مذہبی طور پر آپ سے تعلق پیدا کیا تھا یعنی آپ کے حواری۔ ان دو فرقوں کے لیے ایک ہی جگہ جمع ہونے کے لیے باعث کشش سب سے بڑا شخص تھا اس کے علاوہ وہ وجوہات ہیں جو مارن پریزیڈنٹ نے اپنے وعظ میں بیان کیے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ انجیل میں یہ لکھا ہے کہ ”جب انکو شراب کی ضرورت ہوئی تو یسوع کی ماں نے کہا کہ شراب نہیں رہی“ اگر یسوع کی ماں جمولی ہو تو انکی طرح اس دعوت میں آئی تھی تو اسکو شراب کے ختم ہو جانے پر کیوں تشویش ہوئی اور کیوں اس انتظام کی فکر پڑی کہ اور شراب مہیا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معانداری کا انتظام اسی کی طرف سے تھا۔ اور حضرت مسیح کو خطاب کر کے کہنے سے یہ پتہ بھی لگتا ہے کہ یسوع کی شادی کی تقریب تھی۔

”یسوع نے اسے کہا کہ اے عورت میرا تجھ سے کچھ کام نہیں میرا وقت ابھی نہیں آیا۔ اسکی ماں نے نوکر و حکوم دیا کہ جو کچھ یعنی یسوع تم سے کہے تم وہی کرو“ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نوکر مریم کے ہی تھے جنکو یہ حکم دیا گیا کیونکہ اگر وہ کسی اور کے نوکر ہوتے تو مریم کو یہ کہنے کا حق کیا تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکو اپنے بیٹے کا یہ جواب پسند نہیں آیا اور اسلئے انہوں نے نوکر و نوکما کہ جو یسوع کہتا ہے وہی کرو گویا انکا منشا یہ تھا کہ میں اب فضل نہیں دیتی تم جس طرح چاہو انتظام کرو اور وہاں چھ پتھر کے مثلے تھے جو یہودیوں کی رسم کے مطابق رکھے ہوئے تھے اور انہیں سے ہر ایک میں دو یا تین مثلین پانی کی پتھیں اور یسوع نے انکو کہا کہ ان مثلوں کو پانی سے بھر دو۔ اور انہوں نے انکو بلب بلب بھر دیا۔ پھر اس نے انکو کہا کہ اب نکال لو اور دعوت کے منتظم کے پاس لیجاؤ اور جب اس منتظم نے پانی کو جو شراب بنا لیا تھا چکھا اور اسکو حلوم نہیں تھا کہ کیا ان سے آیا ہے مگر نوکر و نوکما جنہوں نے پانی نکالا تھا علم تھا۔ تو دعوت کے منتظم نے دو لہا کو بلایا اور اسکو کہا کہ ہر ایک آدمی شروع میں اچھی شراب پیتا ہے اور جب لوگ اچھی طرح پی لیں تو پھر وہ جو ناقص ہوتی ہے مگر تو نے بتا کہ عمدہ شراب ہی ہے صاحبان انجیل کی اس عبارت کے صفائی سے پتہ لگتا ہے کہ اس فقیر برات کا دو لہا خود مسیح ہی تھا کیونکہ شراب مہیا کرنا دو لہا کا کام تھا جیسا کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے اور اس موقع شراب مہیا کرنے والا خود یسوع تھا اس حقد رکھنے لفظوں میں انجیل کے مترجم اور کنسلین اس مطلب کو ادا کر سکتی تھیں انہوں نے ادا کر دیا ہے اور اصل راز بتا دیا ہے میں اس بات کو برا نہیں سمجھتا کہ ابراہیم کا بیٹا کہلاؤں یا اپنی نجات دہندہ کا بیٹا یا بھائی یا اسکی نسل سے کہلاؤں اگرچہ مریم اور مار تھا اور بہت ساری اور عورتیں اسکی بیویاں تھیں اور اگرچہ اسنے انہیں میں سے ایک میں سے سات شیطان بھی نکالے تھے میرے نزدیک یہ سب برابر ہے“

پردہ کے نہ ہونے کا ایک نقصان

لنڈن کے ایک رسالہ گریڈ میگزین میں ایک مضمون ”ہمارے ہسپتالوں میں خطرناک امور کے عنوان کے نیچے نکلا ہے جس کا ایک حصہ ہم نیچے نقل کرتے ہیں۔ یہ مضمون ایک ایسے شخص کا لکھا ہوا ہے جو بحیثیت ایک میڈیکل پریکٹیشنر سوئیٹس میں اس معاملہ میں ذاتی تجربہ رکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

”ہر ایک ہسپتال میں جس میں طبی کونسل نے تعلیم کا دیا جانا منظور کیا ہے۔ بیماروں کا علاج اصلی غرض نہیں رہی بلکہ اس اصلی غرض کو طالب علموں کی تعلیم کے ماتحت کیا گیا ہے۔ اگر کوئی عورت پچیس یا تیس نوجوانوں کے سامنے کھڑے آثار نے سے انکار کرے تو اسے فی الفور ہسپتال سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ کہنا بالکل حق ہے کہ ان ہسپتالوں میں نوجوان لڑکیوں اور عورتوں کا جسمانی علاج سے فائدہ اٹھانا تو ایک شرکی امر ہے مگر اس کی غلط فہمی کیلئے ان کی روحوں کی ہلاکت یقینی ہے میں چاہتا ہوں کہ ایک نوجوان باحیا لڑکی کے خلاق پراس بات کا کیا اثر ہوگا جو ہسپتال میں کسی چھوٹی سی بیماری کے علاج کیلئے جاتی ہے مگر جب وہاں پہنچتی ہے تو اسے یہ کہا جاتا ہے کہ کمزورنگ شکی ہو کر کئی درجن نوجوانوں کے سامنے کھڑی ہوو۔ تاکہ وہ اسکو اچھی طرح دیکھیں اور اس پر طرح چاہیں ہاتھ ڈالیں اور جب تک ان کے دلی جذبات نہ نکل لیں اسکو نہ چھوڑیں۔ یہ مطلق پروا نہیں کی جاتی کہ آیا اسکو سینہ کی کوئی شکایت بھی ہے یا واقعی اس کے سینے میں کوئی آفت بھی ہے وہ اپنی ایسی ہی دوسری بد بخت بھینوں کے ساتھ طالب علموں کی تعلیم کیلئے ایک عمدہ سامان سمجھ لی جاتی ہے اور پھر اگر ذرہ شکایت یا افکار اسکی طرف سے ہو تو فوراً اخراج کا حکم صادر ہو جاتا ہے۔ چند مہینوں کا ذکر ہے جب تک ایک بڑے ہسپتال میں ان امور پر غور کر رہا تھا تو ایک نوجوان اندر آیا اور ڈاکٹر سے جو اس وقت بیماروں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ بعض دلوں کا معائنہ کرنا چاہتا ہے اسپراس ڈاکٹر نے جس کے متعلق سمجھا جاتا ہے۔ کہ وہ ہر ہفتہ میں تین دفعہ غرا کی خدمت کیلئے آتا ہے۔ جواب دیا کہ ہاں میں ہر طرح سے تیار ہوں مگر میں ڈرتا ہوں کہ کوئی عمدہ بیمار نہیں ہے مگر تم دیکھ سکتے ہو۔ اسپر ہر ایک لڑکی اور عورت کو جو اس بات کی منتظر تھی کہ اسکا امتحان ہو حکم دیا گیا کہ وہ پردہ کے پیچھے چلی جائے۔ اور کمزورنگ سب کھڑے آثار کرنگی ہو جاوے۔ ایک موقع پر میں نے چودہ نوجوان عورتوں کو جنکی عمر بارہ سے پچیس سال کے اندر اندر تھی۔ اس طرح ہر نئے کھڑے دیکھا۔ ایک لڑکی نے جسکی عمر ۱۵ سال کی تھی مجھے یہ کہا کہ وہ تین سال سے زیادہ باقاعدہ مہینہ دو دفعہ ہسپتال میں آتی رہی ہے غور کرنا مقام ہے کہ برابر کئی سال سینکڑوں نوجوان طالب علموں کے سامنے اس طرح اپنی عورت کو نہ لگا کر نیسے ہمیں کس قدر حیا

باقی رہ گیا ہو گا۔ صحت یا بہتری کی کچھ بھی امید اس قدر عرصہ میں نہیں ہوئی اور اسکو محض اس لیے نہنگا کیا جاتا تھا کہ وہ ایک دلچسپ مریض ہے۔ مریضوں کے احاطہ میں یہ ایک معمولی بات ہے کہ بہرین یا ڈاکٹر جب آتا ہے تو لحاف یا اوڑھنی کو مریض کے اوپر اٹھا دیتا ہے اور نیچے ایک عورت سر سے پاؤں تک تنگی نظر آتی ہے مین نے بچشم خود یہ سینکڑوں دفعہ ہوتے دیکھا ہے۔“

جو لوگ بلا سوچے سمجھے اسلامی اصولوں کی نیچگی کے درپے ہو جاتے ہیں وہ غور کریں کہ ایف سوسائٹ کی حالت ایک مذہب ملک کی کس قدر صراحت کے اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ پردہ کے نہ ہونے سے سخت اخلاقی نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان ممالک میں جہاں عورتوں کو آزاد خیال کیا جاتا ہے محض اسوجہ پر کہ وہ ان پردہ کی پابندی نہیں۔ وہ ان عورتیں ہر وقت مردوں کے حیوانی جذبات کا شکار ہوتی رہتی ہیں اور اس قسم کی بے حیائی کی باتیں عورتوں نے کھلے طور سے کی جاتی ہیں جن کا پردہ دار ممالک کا نام و نشان بھی نہیں۔ اگر غور سے دیکھا جاوے کہ پردہ کی منسوخی پر اس قدر زور کیوں دیا جاتا ہے تو اسکی وجہ سوائے اسکے کچھ معلوم نہیں ہوتی۔ کہ عورتوں اور مردوں کے کھیل تماشوں اور خوشی کے موقعوں پر ملنے جلنے کو روکنے سے حیوانی خوشی کو روکا جاتا ہے۔ اس خوشی کا رونا تو بہت ہے مگر یہ نہیں سوچا جاتا کہ اس خوشی کا حصول سوائے اسکے نہیں ہو سکتا کہ اخلاقی حالتیں تباہ ہو جائیں جیسا کہ انگلستان کے ہسپتالوں کے اس نقشہ سے ظاہر ہے۔ پھر یہ بھی اکثر کہا جاتا ہے بلکہ مخالفین پردہ کا بڑا زور اسی بات پر ہے کہ تعلیم پردہ سے اچھا کام کر سکتی ہے مگر کیا وہ یہی تعلیم ہے جس کا نقشہ اس مضمون میں ایک صاحب تجربہ نے کھینچا ہے یا کوئی اور تعلیم ہے جس کا ابھی تک دنیا کو علم نہیں۔ وہ نوجوان جو ایک دو سال کی اور تعلیم کے بعد ڈاکٹر کی حیثیت سے نازک اور ذمہ داری کے عہدہ پر پہنچنے والے ہیں انکی یہ حالت ہے کہ عورتوں کو محض حیوانی جذبات کے تقاضا سے نہنگا کرتے اور ناشائستہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں کیا یہی لوگ وہ پاک نظر میں جن کے لیے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اور کیا آزاد خیال مسلمان انہیں لوگوں کے نقش قدم پر چلیں گے ایف سوس کا مقام ہے کہ اندھا دھند ایک پاک اصول کی تردید اور ایک ناپاکی کی تقلید کی جاتی ہے ہمارے خیال میں تو بہت ہی کم جاہل ایسے ہونگے جو ان مذہب تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ان ناشائستہ حرکات پر چکا نقشہ اوپر کھینچا گیا ہے کانپ نہ اٹھیں گے۔ مگر انکا بھی کیا قصور ہے نقص تو اس رواج کا ہے جو عورتوں اور مردوں کا اس طرح کھلا میل جول جائز رکھتا ہے بلکہ اس پر زور دیتا ہے۔ یہ میل جول قدرتی طور پر حیوانی جذبات کا۔۔۔

محرک ہے +

الدعوت

چونکہ میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے اس لیے میں ظاہر کرتا ہوں اور میں قسم حضرت احدیت جل شانہ کی کھا کر کہتا ہوں کہ میرے پر خدائے اپنی وحی کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا ہے کہ میرا غضب میں پر بھڑکا ہے کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ معصیت اور دنیا پرستی میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رہا اور وہ جو اسکی طرف سے اصلاح خلق کیلئے بھیجا گیا ہے اُس سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور ٹھٹھا اور لعن طعن حد سے گزر گیا ہے پس خدا فرماتا ہے کہ میں ان سے جنگ کروں گا اور میرے وہ حملے اپنے ہونگے جو انکے خیال گمان میں نہیں کیونکہ انہوں نے جھوٹ سے اس قدر دوستی کی کہ سچائی کو اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرنا چاہا پس خدا فرماتا ہے کہ میں اب ارادہ کیا ہے کہ اپنے غریب گروہ کو ان درندہ حلوئے بچاؤں اور سچائی کی حمایت میں کئی نشان ظاہر کروں اور وہ فرماتا ہے کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کر لیا اور بڑے زور اور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا پس تم سوچکر دیکھو کہ یہ دن کیسے میں جو تم دیکھ رہے ہو سچ کہو کہ کیا کبھی تمہارا باپ دادا نے سنا تھا کہ جس زور سے اب ملک کو طاعون کھا رہی ہے کبھی پہلے بھی ایسا زور ہوا تھا اور جس طرح ابھی ۱۶ اپریل ۱۹۷۹ء کو ایک شدید زلزلہ نے تمہارے دلوں کو ہلادیا اور عام نقصان پہنچا اور لوگوں کو دیوانہ سا کر دیا کبھی پہلے بھی تنے یا تمہارے بزرگوں نے اس ملک میں دیکھا تھا اور یاد رکھو کہ یہ تمام اوقات صرف تکلف اور بناوٹ کے پیشگوئیوں قرار نہیں دیئے گئے بلکہ سالہا سال انکے وجود سے پہلے براہین احمدیہ میں خبر دی گئی تھی اور ایسا ہی دوسری کتابوں میں جو میری تالیفات ہیں یہ خبریں شائع ہو چکی ہیں اور یہ تو پرانی باتیں ہیں ممکن ہے کہ اکثر لوگوں کو بھول گئی ہوگی کیونکہ غفلت اور عداوت اور بظنی یقینوں جس جگہ اکٹھی ہو جائیں وہاں حافظہ کب رست رہ سکتا ہے خدا کے وعدے بھی ایمانداری سے ہی یاد رہتے ہیں ورنہ جس شخص کا دل ایمان سے خالی ہو وہ ہزار نشانوں کو بھی آنکھوں سے دیکھ کر ایسا دل سے اتار دیتا ہے جیسا کہ ایک نکاتوں پر لکھ چکا ہوں۔ غرض میں اس وقت پرانی پیشگوئیوں پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ میں ان پیشگوئیوں کو پیش کرتا ہوں جن کے شائع کیے جانے پر قریباً ایک مہینہ گزرا ہے دیکھو میرا اشتہار الوصیت جسکو میں نے ۲۷- فروری ۱۹۷۹ء کو شائع کیا تھا یہی اشتہار الحکم نمبر ۹ کے صفحہ ۲۸ پر ۲۸- فروری ۱۹۷۹ء کو شائع ہوا اور پھر دوبارہ الحکم مورخہ ۲۴- مارچ ۱۹۷۹ء کے صفحہ ۲۲ کا ۲۲ میں وہی الامام شائع ہوا ہے ان پیشگوئیوں میں سے ایک خبر کے الفاظ یہ ہیں کہ ۲۶- فروری ۱۹۷۹ء کی رات کو جب صبح کو ۲۷- فروری ۱۹۷۹ء کو صبح میں نے بطور کشف دیکھا کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے میرے منہ پر یہ الامام الہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا کہ ایک عذاب الہی سے سٹ جائیگو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت بنقا مونہ پر اور

عارضی سکونت گاہوں پر آفست آئیگی اور پھر ناپچ کے مہینہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی سے میرے ظاہر کیا کہ کمزبون کو ایک نشان دکھایا جائیگا اور پیش گوئی بھی اسی حکم ۲۴- پانچ میں شائع ہو چکی ہے۔ اب اے عزیز و اسوچ لو کہ کیا یہ زلزلہ جو ۱۰ اپریل ۱۹۶۵ء کی صبح کو اس ملک میں ظاہر ہوا وہی نشان نہیں ہے؟ چمکی خدا نے پہلے سے خبر دی ہے دیکھو کتابوں میں لکھا گیا تھا کہ مہدی موعود کے زمانہ میں رمضان میں کسوف خسوف ہوگا اور مسیح موعود کی نسبت خود عیسیٰ صابوئی بخیل میں ہے کہ مسیح کے وقت میں مری پڑیگی یعنی طاعون۔ اور ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر چڑھائی کرے گا اور سخت زلزلے آئیں گے پس تم نے ان تمام علامتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا پھر جبکہ تمام نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ان دونوں منصبوں کا مدعی میں ہوں جو تم میں اس وقت پچیس سال سے موجود ہوں پس میرے بعد کس کا انتظار کرو گے؟ ان تمام علامتوں کا مصداق تو وہ ہے جو ان نشانوں کے ظہور کی وقت موجود ہے نہ وہ کہ جس کا ابھی دینا میں نام و نشان نہیں یہ عجیب سخت دلی ہے جو سمجھ میں نہیں آتی جبکہ میرے دعوے کے ساتھ سب نشان ظاہر ہو چکے اور میری مخالفت میں کوششیں بھی ہو کر انہیں نامرادی اور ناکامی رہی مگر پھر بھی انتظار کسی اور کی ہے؟ ہاں یہ سچ ہے کہ میں نہ جسمانی طور پر آسمان سے اتر رہا ہوں اور نہ میں دنیا میں جنگ اور خونریزی کر نیکی لیے آیا ہوں بلکہ صلح کیلئے آیا ہوں مگر میں خدا کی طرف سے ہوں میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ میرے بعد قیامت تک کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو جنگ اور خونریزی سے دنیا میں ہنگامہ برپا کرے اور خدا کی طرف سے ہو اور نہ کوئی ایسا مسیح آئے گا جو کسی وقت آسمان سے اترے گا ان دونوں سے ہاتھ دھو لیہ سب حسرتیں میں جو اس زمانہ کے تمام لوگ قبر میں لیجا چکے نہ کوئی مسیح اترے گا اور نہ کوئی مہدی ظاہر ہو گا جو شخص انما تھا وہ آچکا وہ میں ہی ہوں جس سے خدا کا غلہ ہوا جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے کہ تو نے کیوں ایسا کیا حالانکہ ایسی غلطیاں یہود سے بھی ہوتی رہی ہیں اور انکے علماء بھی پیشگوئیوں کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتے رہے ہیں کہ سمجھا کچھ اور آخر ظاہر ہو گیا کچھ عزیز و اشرم اور حیا کرو کہ خدا کے دن آگئے اور آسمان ہمتیں وہ کرشمے دکھا رہا ہے جنگی تمنا ہے آباؤ اجداد کو خبر نہ تھی مبارک وہ جو میرے بارے میں ٹھوکر نہ کھاویں۔

والسلام علی من اتبع الهدی۔ المشتہر خا کس امر ز غلام احمد ۵۔ اپریل ۱۹۶۵ء۔

الانذار

غور سے پڑھو کہ یہ خدا تعالیٰ کی وحی ہے
آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے تازہ نشان تازہ

نشان کا دھکے۔ زَلْزَلَةُ السَّاعَةِ۔ قُواْ اَنْفُسَكُمْ مَّا زَالَ اللهُ مَعَ الْاَبْرَارِ۔ دَلِمْثَلَفُ
 الْفَصْلُ۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ ترجمہ مع شرح یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائیگا مخلوق کو اس
 نشان کا ایک دھکے لگے گا وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا۔ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو
 دنیا پر آئیگی جس کو قیامت کہہ سکتے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئیگا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند
 ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالیٰ اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائے گا۔ بہر حال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا
 کچھ اور ہو قریب ہو یا بعید ہو پہلے سے بہت خطرناک ہے سخت خطرناک ہے اگر ہر روزی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو میں بیان
 نہ کرتا وہ پہلی پیشگوئی جو میں نے الحکم اور البدرین حادثہ سے پانچ ماہ پہلے ملک میں شائع کر کے خبر دی تھی کہ ملک میں بڑی
 تباہی پیدا ہوگی اور شور قیامت برپا ہوگا اور یک دفعہ موتا موتی ظہور میں آجائیگی دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا اور جیسا کہ
 میں نے ابھی لکھا ہے یہ پیشگوئی مذکورہ اخبار الحکم اور البدرین اس زلزلہ سے قریباً پانچ ماہ پہلے شائع کر دی گئی تھی اور پیشگوئی مذکورہ
 یہ ہے عَفَّتِ الدِّیَا کَرَحْلَهَا وَمَقَامُهَا یعنی بہت سی مخلوق کو مٹا دینے والی تباہی آئیگی جس سے مکانات
 بے نشان ہو جائیں گے اُن مکانون اور گھروں کا پتہ نہ ملے گا کہ کمان تھے۔ دیکھو کیسی صفائی سے یہ باتیں پوری ہو گئیں اگر
 تم عربی دان نہیں ہو تو عربی دانوں سے پوچھ لو کہ اس وحی الہی کے کیا معنی ہیں؟ کہ عفت الدیاء مٹا دینا
 مقام ملہا۔ اے عزیزو! اسکے ہی معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ طاعون تو صرف صاحبانہ
 کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی الہی میں خبر دی گئی تھی اسکے تو یہ معنی ہیں کہ نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ۔ سو خدا تعالیٰ کا فرمودہ
 جسطور سے اور جس صفائی سے پورا ہو گیا آپ صاحب کو معلوم ہے اسکی نسبت اشتہار لا وصیئت میں بھی خبر دی گئی تھی وہ تو
 جو ہوا سو ہوا۔ مگر اسکے بعد جو انبیا الاحادہ نے بہت بڑھ کر ہے۔ خدا تعالیٰ لوگوں پر رحم کرے اُنکو تقویٰ اور نیک اعمال کا
 خیال آجائے۔ + ہفتیہ ترجمہ عربی وحی کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی کر کے اپنے تئیں بچالو قبل اسکے جو وہ
 ہولناکی آوے جو ایک دم میں تباہ کر دیگا اور فرماتا ہے کہ خدا انکے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں اور یدی سے پختہ ہیں اور پھر
 اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آگیا کہ تو کامل طور پر شناخت کیا جاؤ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا
 حاصل مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نشان ظاہر ہوا اور ہوگا اس سے یہ غرض ہے کہ لوگ بدی سے باز آویں اور اس
 خدا کے فرستادہ کو جاننے درمیان ہے شناخت کر لیں پس اے عزیزو! جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کر دو کہ پکڑے جائیں گے اور
 ہے ہر ایک جو شرک کو نہیں چھوڑتا وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا ہر ایک جو دنیا پرستی میں
 حد سے گزر گیا ہے اور دنیا کے غم و غم میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے وہ پکڑا جائے گا ہر ایک جو خدا کے
 مقدس نبیوں اور رسولوں اور رسولوں کو بزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا وہ پکڑا جائے گا۔ دیکھو آج میں نے بتلادیا زمین
 بھی منتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوئے ناپاک کرے گا

نوٹ۔ یہ خبر زلزلہ کی بلکہ زمین کی ہر وحی الہی میں بھی ہے۔ وحی الہی میں بھی ہے۔ وحی الہی میں بھی ہے۔ وحی الہی میں بھی ہے۔

الحمد لله رب العالمین۔ اور ایک وحی الہی جو اخبار دین میں اس ہولناک زلزلہ کی نسبت شائع ہو چکی ہے یہ ہے جو نکاح دینی والی خبر ہے۔

وہ پڑ جائیگا خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھری ہوئی ہے پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جسکی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اسکی طرف سے ہیں میرے بیٹے نہیں ہیں کاش یہ باتیں نیک نیتی سے دیکھی جاوے کاش میں انکی نظر میں کاذب ٹھہرنا مایہ ناپا کہتے ہیں جاتی یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں لی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے میں اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک ہدی سے اپنے تئیں بچا لو گے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہار بھی ہے اور تم سے اگر ایک حصہ بھی اصلاح پذیر ہو گا تب بھی تم کیا جایگا اور وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دینگا نادان بہر قسمت کہیں گے کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں کہ وہ کیوں اسقدر سنو تاہم وقت بے نکلنے کو جب خدا تعالیٰ اس وحی کے الفاظ میں سر نازل کر چکا تو ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی جو کوئی ناپاک شخص تھی اور میں نے اسکو یہ کہتے سنا کہ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا انسان کا کیا حرج ہے کہ اگر وہ فسق و فجور کو چھوڑے کو نسا اس میں اسکا نقصان اگر وہ مخلوق پرستی نہ کرے آگ لگ چکی ہے اٹھو اور اس آگ کے اپنے آنسو ونسے بجھاؤ۔ بنی اسرائیل میں جو شخص گناہ کرتا تھا اسکو حکم ہوتا تھا کہ اپنے تئیں قتل کر دے پس جو حکم تھا اسے یہ نہیں ہے مگر یہ تو ضرور چاہئے کہ اسقدر توبہ استغفار کرو کہ گویا مہربی جاؤ تا وہ حلیم خدا تپہ رحم کرے۔ آمین۔ والسلام علی من تبع المدئے۔ راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی ۸۔ اپریل سنہ ۱۹۰۷ء

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۳۔ پارچ ۱۰۔ کوئی شخص ہوا اس سے میں کہتا ہوں کہ تم حساب کرو لو کہ وہ نہیں کرتا اتنے میں ایک شخص آیا اور سنا ایک مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہیں اس کے بعد ایک دفعہ شخص آیا جو الی بخش کی طرح ہے مگر انسان نہیں بلکہ فرشتہ معلوم ہوتا ہے اسنے دونوں ہاتھ روپے بھر کر میری جھولی میں ڈال دیئے ہیں تو وہ اسقدر ہو گئے ہیں کہ میں انکو گن نہیں سکتا پھر میں نے اسکا نام پوچھا تو اسنے کہا میرا کوئی نام نہیں دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام مسیحی ہے میں نے بہت سال دیکھا کہ دین کہا کہ فلاں جہنم کو چھوڑو گا اور ایک جہنم دکھایا گیا تھا

۶۔ پارچ ۱۱۔ تھوڑی سی غنودگی ہوئی تو دیکھتا ہوں کہ یہ مکان جواب بن رہا ہے (جسکا اشتہار کشتی نوح میں دیا تھا) سامنے آگیا ہے اسپر ایک مکان بیٹھا ہے اسنے کہا مبارک میں نے کہا خیر مبارک +

۱۹۔ پارچ بوقت شب (۱) شنتا ہے اور دیکھتا ہے (۲) لا تئیسوا من روح اللہ (۳) ایک عربی الہام تھا جسکا مقوم یہ تھا کہ خدا مکہ کو تو ایک نشان دکھائیگا + ۲۰۔ پارچ بعد دوپہر شکار مرگ۔ ۲۶۔ مارچ سنہ ۱۹۰۷ء۔ چودھری رستم علی + ۲۹۔ پارچ۔ سلاما سلاما۔

۲۰۔ اس سے ایک روز پہلے سے حضرت اقدس مرض حرقت بول سے سخت بیمار تھے اسی تکلیف کی حالت میں یہ الہامات ہوئے ۲۰۔ پارچ کو مینے منشی محمد فضل حقار حرم کی بیمار بچا حال حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا تھا اسکے تھوڑی دیر بعد حضرت اقدس

کا ایک رقعہ میرے پاس پہنچا جسکے آخری الفاظ یہ تھے ۲۰ خدا یتعالیٰ بہتر جانتا ہے مگر حسب وقت یہ الہام ہوا کہ شکار مرگ تو پہلے

۱۔ پارچ ۱۰۔ کوئی شخص ہوا اس سے میں کہتا ہوں کہ تم حساب کرو لو کہ وہ نہیں کرتا اتنے میں ایک شخص آیا اور سنا ایک مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہیں اس کے بعد ایک دفعہ شخص آیا جو الی بخش کی طرح ہے مگر انسان نہیں بلکہ فرشتہ معلوم ہوتا ہے اسنے دونوں ہاتھ روپے بھر کر میری جھولی میں ڈال دیئے ہیں تو وہ اسقدر ہو گئے ہیں کہ میں انکو گن نہیں سکتا پھر میں نے اسکا نام پوچھا تو اسنے کہا میرا کوئی نام نہیں دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام مسیحی ہے میں نے بہت سال دیکھا کہ دین کہا کہ فلاں جہنم کو چھوڑو گا اور ایک جہنم دکھایا گیا تھا

یکم اپریل عھونا نار جھنم
۳۔ اپریل۔ موت و روازے پر کھڑی ہے۔

روایہ یحیٰ کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور اس کا سب لباس سترتا پایا ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھا نہیں جاتا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب دو فرشتے اور ظاہر ہو گئے اور تین کرسیاں معلوم ہوئیں اور تینوں پر وہ تین فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا جس کی تیز آواز سنائی دینی تھی لکھے اس طرز کے کھنکھنے میں ایک رعب کھٹا میں پاس کھڑا ہوں۔ کہ بیداری ہو گئی +

۵۔ اپریل ۱۱۱۱ کففت عن بنی اسرائیل

۶۔ اپریل ۱۱۱۱ کوئی روح کہتی ہے کہ ”ہم نے وہ جہان چھوڑ دیا ہے“

۸۔ اپریل ۱۱۱۱ تازہ نشان۔ تازہ نشان کا دھکا۔ نزلۃ الساعة قوا انفسکم ان اللہ مع الصابرین
دنی منک الفضل۔ جاء الحق وزهق الباطل۔

ایک روح کی یہ آواز میرے کان میں پڑی کہ ”میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا“
۹۔ اپریل بوقت نصف شب۔ بخور انچہ ترا بخور انخم لک دراجۃ فی السماء و فی الدنیا

ہم بصرہ۔ نزلت لک۔ لک نری ایت و عہد مایعمر دن۔ قل عندی شہادۃ
من اللہ فهل انتم مومنون۔ کففت عن بنی اسرائیل
۱۰۔ اپریل ۱۱۱۱ ان فرعون و ہامان و جنودہما کانوا خاطئین۔

۱۲۔ اپریل۔ روایہ۔ قادیان کے بازار میں ایک گاڑی میں چلے جاتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ زلزلہ آیا ہے مگر نہ ہونے اسکا کوئی

علہ اس روایہ کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ سلطان احمد سے مراد ایسے دلائل اور براہین ہیں جو دلوں پر تسلط کرتے اور دلوں کو بکڑا لیتے ہیں۔ اور نظام الدین سے مراد ایسا نشان ہے جس سے دین اسلام کی صلاحیت ہوگی اور اسکا نظام درست ہو جائیگا۔ سیاہ کپڑوں سے مراد اپنے والا نشان ہے یہ جو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ یہ ہماری دعاؤں کا نتیجہ ہے کیونکہ بچہ کو بھی نتیجہ کہتے ہیں کہ اپریل کے روز لک کی جگہ علی بنی اسرائیل سے مراد وہ قوم ہے جس پر اس قسم کے واقعات تکلیف وارد ہوئے ہوں جیسے کہ بنی اسرائیل پر ہماری جماعت بنی اسرائیل سے مراد یہ ہے کہ ایسے نشان ظاہر ہونگے کہ وہ لوگ ہماری جماعت پر بجا چلے کرتے ہیں رک جائینگے اور ایسے نشان ظاہر ہونگے کہ انکی باتوں کا۔
۳۔ فرمایا یہ میرے ساتھ عبادت اللہ ہے کہ کشف میں اس دنیا کو وہ جہان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۴۔ اسکے متعلق مفصل دیکھو اشتہار الانذار جو دوسری جگہ درج ہو چکا ہے۔

۵۔ فرمایا یہ الہام ۹۔ اپریل والے الہام کا متمم ہے اسکے معنی یہ سمجھائے گئے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر تباہی آئیگی مگر غلطی یہ لوگ

خود ہیں نہ ہم +

نقصان محسوس نہیں کیا۔ ۱۱۔ اپریل۔ انی معکم لا فوج اتیک بغتۃ۔

۱۲۔ اپریل ۱۱۱۱ کوئی روح کہتی ہے کہ ”ہم نے وہ جہان چھوڑ دیا ہے“

لاہوری میڈیکل کالونیٹ محمد صالح عرق + خاکسار نے بڑی احتیاط اور محنت سے تیار کیا ہے قیمت فی بول ۱۲ روپے جن کیلئے لکھنؤ پروردگار محمد علی علیہ السلام کے فضل سے

کبریت احمر یا جیون بونی کے استعمال سے خون صالح تازہ بدن انسان میں پیدا ہوتا ہے جو ان کی طاقت مدت العمر قائم رہتی ہے استعمال کر نیسے پہلے اور بعد بدن کو وزن کر دو اور آواز ماؤ اس سے بڑھ کر مہی - مولد خون صالح - مشقی بدن کو مضبوط اور خوش رنگ بنانے اور چہرے کی سرخی اصلی طاقت و توانائی و توانگی پیدا کرنے والی دوا کی بہت کم ملے گی -

..... اسکا اثر ان اعضا پر جن پر نسل انسان کی پیدائش کا انحصار ہے بالخصوص نہایت قوی ہوتا ہے -

..... کبریت احمر اسکا نام اسی لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دوا اعضا کو تولید کے پڑمردہ قوت کو از سر نو بحال کر دیتے ساتھ زندگی کو کمیاب بنادیتی ہے - قیمت فی شیشی سے ۲

روغن در و گروہ - در و گروہ کے دورے اور تکلیفیں ایسی سخت ہوتی ہیں کہ الامان یہ عجیب و غریب روغن در و گروہ میں خاص کر جب در و گروہ کی وجہ سے ہو کسی کا کام دیتا ہے چھوٹے چھوٹے سنگریزہ کو توڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے نہایت سہولت خارج کر دیتا ہے - تمام کنکری اور ریت نکال دے در و گروہ کی نوبت پھر نہیں ہوتی - قیمت فی شیشی ۱۲ سے ۳

عجیب و غریب المعروف مرہم عیسے - اگر آپ دنیا بھر میں سب سے اچھا پڑا پیر تریبہ ہوتے ہر قسم کے زخموں جراثیموں - چوٹوں - گلیٹیوں - خنازیر - سرطان - طاعون اور ہر قسم کے خلیت زہریلے پھوٹروں - پھنسیوں - ناسوروں - گنج - خارش بواپس اور طرح طرح کی جلد کی بیماریوں ہاتھوں کے سردی سے پھٹ جلتے جانور کاٹ لینے جل جانے اور عورتوں کے خطرناک امراض سرطان رحم وغیرہ کیسے ہزار ہا سال کا عجیب و مقدس ہر طبقہ اور ہر زمانہ کے حکما کا مستفقہ بابت علاج چاہتے ہیں - تو یہ مبارک مرہم اس کارخانہ سے منگائیے جو اسکو خالص اجزاء سے تیار کر لیا ذمہ دار ہے طبی جان اسکی کامیاب تاثیرات کا ممنون ہے یہ مشہور آفاق مرہم سوائے کارخانہ مرہم عیسے کے دنیا بھر میں اور کین نہیں بنتا - قیمت فی ڈبیہ خورد ۶ - ۱۲ روپی ڈبیہ کلان ۴۲

عمرہ النعیم سنہ ۱۹۰۸ مفت | حکیم محمد حسین اینڈ بولدز مالکان کارخانہ مرہم عیسے لاہور | رسالہ ایندھن صحت نامت

ضروری اطلاع

رسالہ نور الدین جس میں جنل مصنف نے بعد نظر ثانی کیے قدر اضافہ کیا خوشخط و عمدہ کاغذ پر چھپ کر یہ قیمت علاوہ محصول اکت ہر دو روپے تین اس پتہ پر ہوں +

سیٹھ عبدالاحد ہایت اللہ جنرل مرچنٹ کمیشن ایجنٹ کٹر جیل سنگھ ٹرسٹ